U54935 27·11·09

Title – Gulzar Fiza

Creator – Gawaband Parshad Fiza.

Publisher – Munshi Nawal Kishore (Lucknow).

Date – 1859

Pages – 55

Subjects – Urdu Shayari – Masnaviyaat.

اردو داستان رنگین سخن نمکین و شیرین
منظومه سراپا جادو مثنوی شیرین خسرو اردو کلام جانفزا النسخه دلکشا مسمی به
گلزار فضا
تصنیف نکته شناس معنی اساس صاحب طبع رسا منشی گوبند پرشاد متخلص به فضا
مطبع منشی نولکشور میں نقش طبع سے مزین ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ کاسہ ہی قلم لکھ حمد باری — کہ حاصل ہو سخن کو پایداری
وہ ایسی بارگاہ کبریا ہی — گدا جس آستان کا بادشاہی

وہی شاہنشہ کون و مکان ہی — وہی سلطان ملک جسم و جان ہی
وہی موجود ہی معبود مسجود — کری نابود بود اور بود نابود

وہی ہی عالم پیدا و پنہان — وہی ہی ناسخ طومار عصیان
بظاہر گرچہ وہ سب سی نہان ہی — ولیکن مین باطن سی عیان ہی

اوسی جلوہ کا اک عالم ہی شیدا — کہیں عاشق کہیں معشوق پایا
اوسی کی نور سی ہی چشم بینا — اوسی سی طور سینا ہی یہ سینا

وہی عاشق ہی جانانہ وہی ہی — وہی ہی شمع پروانہ وہی ہی
وہی ہی فاختہ بلبل وہی ہی — وہی ہی سرو گلشن گل وہی ہی

نہین ہی گر اثر اوسکا ہویدا — تو کیونکر ہی زبان انسان کی گویا
زبانو نپر سخن بنکر عیان ہی — سخن مین صورت معنی نہان ہی

توانا اک وہی نام خدا ہی — وہی ہی ورد ہر بیدست و پا ہی
وہی ہی داروی درد غریبان — وہی عشرت دہ عشرت نصیبان

جو نیسان کرم اوسکا نہ برسے — سمندر مین صدف موتی کو ترسے
یہ اوسکا ابر رحمت درفشان ہی — کہ دریای سخن لب پر روان ہی

بنا کر اک کتاب آفرینش — محشی کی بعلم و عقل و بینش
لکہا دیباچہ لوح جبین کو — نہین ہی فہم جسکا نکتہ بین کو

یہ ادنی اوسکی قدرت ہی نشان — کیا پیدا بشر خوبی کا دیوان
کیا ہی منتظم اعضا سی اعضا — کیا اشعار مو مین حسن پیدا

کیا ترکیب بند چار پیوند — کیا ابیات تن کو قافیہ بند
ہر اک انگشت ہی مصرع غزل کا — ولادت مطلع اور مقطع اجل کا

رگوں سی کی ہی کیا شیرازہ بندی — عطا کی جلد تن کو ارجمندی
کیا ہی نور سی اپنی مجلا — بنائی لوح پیشانی مطلا

محبت کا ہی مضمون عاشقانہ — ہوا پابند جسکا اک زمانہ
عیان قدرت سخن مضمون جان ہی — وہ جان ہی یا کہ نور تو نہاں ہی

غرض ہمشکل اوس خالق کی ہی ذات — فضیلت صدق و سیرہ

اوسکی مناجات ہی جو [illegible]اجات ہی

خداوندا مری امید برلا — کرم سی مجھکو راہ راست پر لا
[illegible]ریت مین ہمیشہ مبتلا ہون — گنہ آلودہ مین سر تا پا ہون

ہوا ہون خاک راہ مستمندی — ہوای لطف سی تیری بلندی
ہوا ہون بادۂ غفلت سے بیہوش — برنگ جام ہون اک شخص خاموش

نہ مجھسی راست کوئی کام آیا — زبان پر بھی نہ تیرا نام آیا
یہی ہی ذکر صبح و شام لب پر — کہ ہو یارب مرا انجام کیونکر

مرا آئینہ دل ہی سراسر
وہ فوز زنگ عصیان سی مکدر
مجلا صیقل رحمت سی کر اب
کہ ہو شکل حقیقت جلوہ گر اب

نہین ہون گر بخشش کی لائق
ترا لطف و کرم ہی سب پہ فائق
اگرچہ ہین گنہ میری شتابار
کرم تیرا ہی خورشید پر انوار

جہان مین ہی نہین مجھسا گنہگار
نہین تجھسا کوئی ستار غفار
بہت کچھہ نعمت دنیا مجھی دی
گناہون پر نہین میری نظر کی

سجا لاؤن کہانتک شکر تیرا
نہین ہرگز رسا کچھہ ذہن میرا
پر اب مین چاہتا ہون الٰہی یہی
رہی قائم جو تا روز قیامت

نہین تیری سوا ایسا کوئی اور
کرے حاجت روا میری جو فی الفور
کرم سی تیری ہی امیدواری
یہی ہی مجھکو ہر دم خواستگاری

کہ نیکی سی ہو مقصد کا سر انجام
جہان مین تا کہ میرا نیک ہو نام
نہ کہہ رحمت سی اپنی دور مجھکو
سمجھہ بیچارہ و مجبور مجھکو

عطا کر ایسی کچھہ طاقت زبانکو
کرون جس کی سی نظم اس داستانکو
دعا مقبول ہو ای رب غفار
بحق مصطفی و آل اطہار

نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جسنی ہدایت اور شفاعت بنی آدم کی

محمد رہنمای انس و جان ہی
رسول کبریا ہی دو جہان ہی
وہ ہی مہر سپہر رہنمائی
محب بارگاہ کبریائی

وہ مقبول جناب کبریا ہی
شفیع مجرمان روز جزا ہی
نہ ہی رکن رکین دین پناہی
کلید مخزن سر الٰہی

لقب ہی سید کونین ذیشان
خدا قرآن مین ہی اسکا ثنا خوان
ہوا دنیا مین یہہ رتبہ ہی کسکا
سر عرش برین پایہ ہو جسکا

کئی پیدا قوانین شریعت
عیان جس سی ہوا راز حقیقت
ہوئی کیا زینت آدم ہی اوس سے
بنای دین ہوئی محکم ہی اوس سے

اوسیکا پاس خاطر تہا خدا کو
کیا پیدا جو اس ارض و سما کو
جہان مین جو کہ ہین اہل ایمان
کتاب دین ہی اوسکی ہین سبق خوان

بیک انگشت اوسنی کر اشارہ
کیا اعجاز سی مہ کو دو پارہ
شب معراج وہ حکم خدا سے
ہوا عازم تو سپہر گذرا سما سے

سواری مین براق برق کردار
فرشتون نی بنائی جسکی رفتار
ہوا قربان اوس پر چرخ ہفتم
کیا اوس پر نثار نقد انجم

ہوئی قربت جناب کبریا سے
ہوا فائق تمامی انبیا سے
ہوئی عقدے جہان مین جو کہ لاحل
کئی اعجاز سی سب تا بیا حل

نبی ایسا کوئی دنیا مین پیدا
نہ آگی نہ اب ہی اور نہو گا
نہین ہرگز یہ طاقت ہی زبانکو
جو نعت مصطفی کچھہ بھی بیان ہو

نہین تجھ ضعیف کا مجھکو ہی یارا
کرون اب عرض مطلب آشکارا
دعا میری یہی یا شاہ امم ہی
مجھی بھی تجھسی امید کرم ہی

مجھی درکار ہی اب رہنمائی
کر اب میری بھی کچھہ عقدہ کشائی
کہ لطف عام تیرا مجھہ پہ اب ہو
جو ہی مقصد مرا حاصل وہ سب ہو

مدح بادشاہ جمجاہ سلطان عالم ہی جو باعث آسایش جان عالم ہی

زمانی پر ہوا جب فضل باری
چلی ہر سمت باد نو بہاری
ہوا شاہ اودہ وہ شاہ عادل
نہین جمشید بھی جسکی مقابل

شہ والا تبار و نیک اختر
سزاوار نگین و تخت و افسر
زہی واجد علی سلطان عالم
تن جود و سخاوت جان عالم

وہ ہی خورشید اوج بادشاہی
مجسم سایہ ہوا ظل الٰہی
خدا نی یہہ یاوری دی اقبال فروز
خجل ہین ماہ و خور جس سی شب و روز

شرف اوس شہ سی پایا تخت نی جب
دعا گویان ہوئی اہل جہان سب
زمرد یاقوت سی ہی تخت پر نور
ہر اک پایہ چمک مین شعلہ طور

جو پہونچا تا فلک فرمان شاہی
تہ فرمان ہوا مہ تا بماہی
ہوئی دربان در فغفور و قیصر
بنا آئینہ دارا اوسکا سکندر

سران شہر پایہ ہفت کشور
جھکاتی ہین سر اوسکی آستان پر
کیا آراستہ اوسنی جہان کو
زمین ہی رشک آیا آسمان کو

نسیم فیض شہ سی تنگ بو ہی
کہ رشک خلد شہر لکہنو ہی
گہر ریزی جو کی دست کرم سی
کیا آزاد محتاجون کو غم سے

یہ دست فیض ہے اوسکا گہربار
کہ حاتم اوسکا ہے اک کیسہ بردار

عدالت کا یہہ اوس کی نشان ہے
کہ جو زر ہے اسباب کا خود پاسبان ہے

زبس کہتا ہے وہ طبع سخندان
کہی ہے مثنوی بھی اور دیوان

ہر اک علم و ہنر کا قدردان ہے
کوئی جوہر نہین اوس سے نہان ہے

اوسی منظور ہے آرایش خلق
کہ ہے مد نظر آرا[illegible] خلق

پہ جمعیت ہوئی ہر اک کو حاصل
ہوا ہر شخص اپنی فن مین کامل

دعا میری یہی شام و سحر ہے
خدا سے مجھکو امید اثر ہے

رعیت کی یہ سلطان سے بجان ہے
جہان مین وہ رہے جبتک جہان ہے

اوسی سلطان کا تہا مین بھی نمکخوار
شباب عمر تہا اور ذوق اشعار

بیان سبب تالیف کتاب مین از عجز خدمت احباب مین

طبیعت تھی غزل گوئی پہ مائل
کہ تا ہو کچھہ مذاق شعر حاصل

بہت شعر و سخن سے حظ اوٹھایا
جو میدہ لال زار استاد پایا

وہ منشی ہی بلبل ہین جہان مین
فسون ہی اونکی بس کلک زبان مین

زبس فیاض اونکی عمان سخن ہے
جہان مین اونکا فیضان سخن ہے

زبان کو اونکی ہی کان فصاحت
کلام اونکا ہی گلزار فصاحت

بلاغت مین ہوا اک شاگرد اونکا
اونہین کی فیض سے سحبان ہے گویا

مین سب مین کمتر اونکی خاک پا ہون
تخلص اپنا مین کہتا فضا ہون

بہت کی صرف اسمین اپنی اوقات
پہر آخر دلمین ٹہیرائی یہی بات

کہ کر دلچسپ کوئی قصہ منظوم
بیان واقعی ہو جس سے معلوم

رہی کچھہ یادگار دوستان بہی
نہو جسوقت میرا کچھہ نشان بہی

اسی تجویز مین رہتا تہا دلسوز
طبیعت پر خیال آیا یہ اک روز

کہ گذرا شاہ ملک خوش کلامی
سخندان سخن پرور نظامی

وہ تہا اک بحر مواج بلاغت
سوار عرصۂ حسن فصاحت

لکھی اک مثنوی دلچسپ و نیکو
بیان ہے قصۂ شیرین و خسرو

زبان فارسی مین وہ بیان ہے
زمین شعر مین دریا روان ہے

در مضمون کی قیمت کا یہ ہی نگ
سخن کی جوہری جسمین ہین بے سنگ

یہ جی چاہا کہ گر ہندی زبان ہو
تو آسانی سے حظ دوستان ہو

بہت ہے ہند مین ہندی کا چرچا
کہ مشکل ہے سمجھنا فارسی کا

اگر یہہ امر بھی دشوار تر تہا
ولیکن قول یہہ مد نظر تہا

بہر کاری کہ ہمت بستہ گردد
اگر خاری بود گلدستہ گردد

غرض اب یہہ فضا ہے دل شکستہ
بیان کرتا ہے مطلب بستہ بستہ

کہ عالی طبع جتنے ہین سخنور
سمجھ لی بات یہہ روشن ہے اونپر

کہ فن شاعری ہے سخت مشکل
نہین پیدا ہے اس دریا کا ساحل

شناور ہوا اگر کتنا ہی مشتاق
رسائی تا بساحل ہے مگر شاق

ہزارون اسمین غوطے جبکہ کہائے
در مقصود شاید ہاتھ آئے

نہین ماہر مین اسکی رہگذر سے
کیا تصنیف اسکو اس نظر سے

کہ جتنے شایقان دوستان ہین
صفا اندوز طبع راستان ہین

فقط اس واسطے حظ اوٹھائین
مری اس ہیچ گوئی پر نجائین

جہان کچھہ عیب اسکا ہو نمایان
کرین وہ دامن بخشش مین پنہان

بدی کو دور کر دین نیکنامی
بقول نیک مولانای جامی

بقدر وسع در اصلاح کوشند
اگر اصلاح نتوانند پوشند

اب آغاز داستان ہے سحر جسکا بیان ہے

پلا اب ساقیا ایسی کوئی مے
باسانی مسافت جسمین ہو طے

بہت مشکل جو تو طرز سخن ہے
مجھے درکار صہبای کہن ہے

لکھون ایسا مین اک فسانۂ عشق
کہ پیدا ہو دلونمین ذوق عشق

ہوا سابق مین جو کوئی سخنگو
بیان کرتا ہے یون اس داستانکو

کہ تہا نوشیروان سلطان عادل
سپہر معدلت کا ماہ کامل

ہوا جب روز دولت اوسکا آخر
ہوئی شام اجل موجود حاضر

جو عمر زندگی مغرب مین آیا
تو بس کوہ عدم مین منہ چہپایا

پسر ہرمز جو تہا با جاہ و تمکین
ہوا رونق دہ اورنگ زرین

شہنشہ اسم و آئین پدر کو
یہی دنیا مین لازم ہے پسر کو

عدالت سے کیا ہر اک کو راضی
غم کسری ہوا عالم سے ماضی

کسی شی کی نہ اوسکو جستجو تہی
مگر دلمین پسر کی آرزو تہی

اسی غم سے رہتا تہا غمگین
سمجھتا ہیچ تہا جاہ و تمکین

ہمیشہ وہ رہے باصد کامرانی
فقیروں کی وہ کرتا میہمانی

نیاز و نذر کی جب اوسنے پیہم
ہوا افضل خداوند دو عالم

اثر دیکہا فقیروں کی دعا سے
ہوا پیدا ابن فضل خدا سے

منور حسن سے روی پسر تہا
پسر تہا یا کہ وہ رشک قمر تہا

رخ انور سے روشن فر شاہی
جبیں سے تہا عیاں نور الٰہی

جو دیکہا شہ نے اوسکا روی تابان
ہوا قدرت کا ایزد کی ثناخوان

کیا تجویز شہ نے شادماں ہو
کہیں سب خسرو پرویز اسکو

اوسے رکہتی تہی دایہ برمیں شادان
پلاتی شیر تہی با شکر جان

وہ رکہتی حفظ میں جانسے فزونتر
صدف رکہتی ہے برمیں جیسے گوہر

جو بزم شہ میں آتا گل کی مانند
تو ہوتی محو سب بلبل کی مانند

لگا چلنے جو پاؤں وہ خوش اقبال
محبت میں لگے دل ہونے پامال

ہوا جب پنجسالہ وہ شکر خا
مذاق قند تہا باتوں سے پیدا

وہ ہم گفتار ہوتا تہا شکر ریز
اسی سے تہا لقب اوس گل کا پرویز

ہوا شہزادہ جب وہ ہفت سالہ
تو باہر پاؤں خوبی نے نکالا

عزیز دل تہا از بس وہ شکر لب
سمجہتے یوسف مصری اوسے سب

بٹہایا شہ نے اوسکو پیش استاد
کہ قید علم ہوتا طبع آزاد

جو مکتب میں اوسے کچہہ دن گذرے
ہوا وہ بہرہ ور علم و ہنر سے

جو تہی پہلی ہی لعل اوسکی شکر خا
ہوئی قند مکرر پہر سراپا

ہوا سال دہم جب اوسکو آغاز
رہا لہو و لعب سے ہر طرح باز

ہوا قادر وہ جب علم و ہنر پر
تو رکہتا ہاتہہ پہر تیغ و تبر پر

ہوا جب پہلوانی پر وہ مائل
کئی پہر پہلوانکی ہوش زائل

علم کرتا تہا وہ شمشیر جس دم
تو کر لیتا تہا بس قبضے میں عالم

کبہی اوس پہلوان سے متفق ہو
نہ کہچ سکتی تہی وہ اوسکی کمانکو

شکار افگن جو ہوتا تہا وہ ذیجاہ
دکہتی شیر سے تہی شکل روباہ

ہوا شہزادہ ہر اک فن میں کامل
دلیر و پہلوان ہشیار و عاقل

وہ پہونچا جب بحد چار دہ سال
ترقی پر تہا اوسکا جاہ و اقبال

بزرگ اسید نامی مرد دانا
کہ تہا دانش میں یکتا یگانا

اوسے معلوم تہا علم ریاضی
بتاتا حال استقبال و ماضی

بہت سیر اوسنے کی تہی اس جہانکی
خبر رکہتا زمین و آسمانکی

وہ ہر فن میں تہا از بس مرد کامل
اوسی حکمت سے بہی وہ تہا حاصل

غرض خسرو کو باصد مہربانی
بتائی اوسنے راز آسمانی

پڑہی خسرو نے سب قانون حکمت
ارسطو کی ہوئی حاصل طبیعت

بجز صحبت کے اوسکی صبح اور شام
نہ شہزادہ کو خوش آتا کوئی کام

جو دیکہا شہ نے خسرو کو ہنرور
تو رکہا جان سے اپنی فزونتر

پسر کی خیر تہی ہر دم جو منظور
کیا تہا عدل سے عالم کو معمور

منادی شہ کی تہی ہر روز و ہر شب
دل آزاری کا پیشہ چہوڑ دیں سب

نہ رسم بد کا کوئی مرتکب ہو
نہ آزردہ کرے کوئی کسیکو

نہ زور آور ضعیفوں پر کریں زور
نہ ایذا پاوے پا سے پیل سے مور

نگاہ بد کسی پر جو کہ ڈالے
پڑینگی زندگی کی اوسکو لالے

کریگا جو کہ محتاجوں پہ بیداد
تو ہوگا قید ہستی سے وہ آزاد

عدالت تہی جو یوں شہ کی جہان میں
بہر صورت رعیت تہی امان میں

رہنا خسرو کا شکارگاہ میں اور حقیر ہونا باپ کی نگاہ میں

پلا ساقی شراب ارغوانی
کہ تازہ جس سے ہو رنگ جوانی

چلی اکدن جو باد صبحگاہی
اوٹہا وہ سرو باغستان شاہی

کہ یعنی خسرو پرویز شادان
شکار افگن ہوا سوی بیابان

شکار و سیر کرتا رہا وہان
ہوا پہر دور سے اک دہ نمایان

شتابان گرد دہ پہونچا وہ خوش خو
نظر آیا وہان سبزہ لب جو

جو دیکہا مرغزار سبز و خرم
تو یاد آئی شراب سرخ اوس دم

وہ بیٹہا اوس جگہہ با ہوشیاری
کیا آغاز شغل بادہ خواری

شکار افگن ہوئی وہان شام جس دم
غزال مہر گردوں کر گیا رم

رہا شہ منتظر تا آخر روز
اوٹہا سینے میں بیتابی سے اک سوز

کہ سارا روز گذرا ہو گئی شام
کیا خسرو نے کس جا آج آرام

ادہر تو شہ کو خواب آیا نہ زنہار
خوشی سے تہا ادہر شہزادہ میخوار

پیالی اوس جگہہ پینے لگا مے
ہوا خواہان چنگ و بربط و نے

کیا تجویز وہ مین ایک خانہ
ہوئی ترتیب بزم خسروانہ

ہوئی وہان صحبت یاران ہمدم
چلا پیمانہ صہبا دمادم

وہین جا خسرو ہوئی طرب خوش آہنگ
لگی اوٹھنی صدائی رباب و چنگ

قضا را اسپ خسرو ہاک کر دیان
گیا چہ سبزہ زار کشت دہقان

وہ دم غوری غلام شاہزادہ
کہ تہا بس شوخ چشم و مست بادہ

جو نکلا سیر کو وہ شاد و مسرور
گئی باغون کی غارت اوسنی انگور

درخشندہ ہوئی جب صبح پر نور
سیہ کاری شب یکسر ہوئی دور

کیا تیغ شعاع مہر نی جب
قلم یکدست دست ظلمت شب

تو آیا خسرو سرمست کو ہوش
حقیقت کی غلام اوسکی کی گوش

ہوئی خوف پدر سی بیقراری
دو چندان ہو گیا اوسکا بہاری

جو تہی غماز اشرار سیہ بخت
ہوئی حاضر حضور صاحب تخت

کیا یون عرض کی سلطان عادل
ملکزادی نی کی بیداد کامل

ہوا تہا صید گہ مین کل جو شب باش
ہوئی باتہو لئی اوسکی رسم بدفاش

کہ اسپ اوسکی نی کہایا کشت دہقان
ہوئی ہر دم نہایت تنگ و نالان

غلام اوسکی نی توڑی شیشہ چند
کیا ہر گز نہ کچہ خوف خداوند

بنہ ہر اک خانہ درویش لیکر
بپا کی بزم نای و نوش شب بہر

بجز شہزادہ گر کرتا کوئی اور
تو نشتر کرتا نہین معلوم کیا طور

اگر کعبہ سی ہو وہی کفر بر پا
مسلمانی رہی کس طور بر جا

ہوئی رسم عدالت کی تمامی
کہ آیا راست یہ قول نظامی

زند بر ہر رگی فصاد صد نیش
ولی وستش بلرزد بر رگ خویش

ہوا سنتی ہی شاہنشاہ برہم
لگا غصی سی کہانی پیچ ہر دم

دیا لوگونکو اوسنی حکم جیسا
بجبوری کیا اون سب نی ویسا

کیا گہوڑی کو لاکر پی بریدہ
ہوا ہر ایک جسپر آبدیدہ

بلا انکو رکی مالک کو اوسجا
کیا وہ بندہ غوری ہوا لا

بیا خسرو کا جسکی گہر مین تہا تخت
اوسی درویش کو بخشا وہ سب رخت

ہوئی سب طے بونکی بخت ناساز
شکستہ کر دیا ستار با ساز

وہ شیشہ ہی کا جو تہا تہا راست
نصیب اوسکی ہوا سنگ ملامت

شہنشہ کی علم تیغ غضب تہی
پہر اکدم شاہزادی کی طلب تہی

پدر خسرو کا تہا جو شاہ عادل
کیا ہر گز نہ اپنا حکم باطل

یہی تہا اوسکی شایان سیاست
کہ شہزادہ پدر کی اتنی سیاست

غرض خسرو تہا اک سرو خرامان
ہوا ہیبت سی مثل بید لرزان

اوٹھایا سر نہ پہر غیرت سی نہار
دیا ناخن سی غم کی دلکو آزار

جو تہی شہ کی بزرگان مع اتالب
شفاعت کا ہوا ہر اک طالب

گنہگارونکی صورت بنت بستہ
حضور شہ گیا دلگیر و خستہ

نگندہ ہو گیا وہان بر سر خاک
یہی کہنی لگا با چشم نمناک

کہ بس ای شاہ گیتی گیر اب بس
عقوبت ہو چکی حاصل مجہی سب

اگر ہی حکم خونریزی بہی مجہہ پر
نہین طاقت کہ پہیرون حکم ہی سر

پر اب امید الطاف شہ ہون
اگر چہ غرق دریای گنہ ہون

ہوا شرمندہ مین فعل بد سی
پر آغوش بخشش مین جگہ دی

یہ کہکر رکہدیا قدمون پہ سر کو
اوٹھایا پہر نہ پہر گر چشم تر کو

بزرگون کو شفاعت کی تہی ہمت
کیا پہر گریہ و زاری نہایت

یہی کہتی تہی شہ کو لب بندان
کہ واجب ہی سزا لیکن پشیمان

نہین شایان عدل شہریاری
جو لکڑی کی عوض ماری کٹاری

بہاتی سیل تہی ہر ایک کی چشم
سجہی آخر کو شہ کی آتش خشم

جبکی خسرو نی اتنی بردباری
ہوئی ثابت نہایت خاکساری

تو جانا شہ نی ہو گا صاف جب جا
کہی اقبال و دولت اوسکی ہمرا

ہوئی پہر شہ کی اوس پر مہربانی
اوٹھایا بزم مین باصد شادمانی

بلا کر افسران فوج یکسر
کیا خسرو کی تابع فوج و لشکر

اوٹھا ہو کر کی خسرو یاں سی خوشحال
لگا ہر دم دکھانی راہ اقبال

خسرو کا خواب مین جانا اور نوشیروان سی بشارت پانا

پلا ساقی وہ صہبای طہارت
نوشتکی جس سی ہو دلکو بشارت

دکہاتا ہی فلک کچہ اور ہی رنگ
کہ آتا دلپہ ہی اب عشق کا رنگ

ہوئی اکدن نمایان جسکی ہر شام
تو وہ شہزادہ فرخندہ فرجام

ہوا عزلت نشین خلوت سرا مین
رہا مشغول وہان یاد خدا مین

لبوں پر رنگ پان کا لطف دوہرا / بدخشاں میں پڑا ہے جسکا شہرہ
اگر دیکھے کبھی چاہِ زنخدان / تو قیدی چاہ میں ہو ماہِ کنعان
صراحی بلوریں ہے وہ گردن / تماشائی حور کی ہے یہ خوبیِ تن
دکھا کر ناز سے ہر ایک شانہ / کرے دل تیر مژگان کا نشانہ
نہیں ہیں بال شانوں پر نکالے / کہ لپٹے شاخ صندل میں ہیں کالے
وہ دیکھے شمع ساں جسدم کلائی / نہ پروانہ صفت اوسکو کل آئی
خجل ہے پنجۂ رنگیں سے مرجان / جگر خون اوس سے ہے لعل بدخشان
جو دیکھے حور اوبھار اوسکا سینہ / نکل آئے خجالت سے پسینہ
وہ پستان ہیں بہشتی تازہ دو سیب / کسی کی ہاتھ کا پہونچا نہ آسیب
کسیکا دسترس اونپر اگر ہو / اوسے حاصل جوانی کا ثمر ہو
بیان کیفیت محرم ہو کیونکر / کہ فکر و وہم نامحرم ہے یکسر
شکم اوسکا ہے شکل آئینہ صاف / ہے اوسکی ناف شہر حسن کی ناف
کروں میں ذکر کیا اوسکی کمر کا / فقط اک وہم ہے تار نظر کا
نہ زیر ناف یارای گذر ہے / پھسلتا اوس جگہ پائے نظر ہے
زبس ہے ساق سے شرمندہ بلور / ہوا ہے نور اوس سے شعلۂ طور
اگر وہ پائے رنگیں دیکھ پائے / تو زاہد اپنی آنکھوں سے لگائے
نہیں ہے رنگ حنا سے پاؤں میں لال / کیا ہے خون عاشق اوسنے پامال
بدن پر اوسکی پوشاک زری ہے / نہ اوس سے حور کو تاب ہمسری ہے
جڑاؤ پہنے ہے زیور بدن پر / منور گرد مہ ہوں جیسے اختر
ہزاروں دختران ماہ پیکر / رہا کرتی ہیں خدمت میں مقرر
پرستار اوسکی سب شہزادیاں ہیں / ہمیشہ ہم حکایت ہمزباں ہیں
وہ ہیں بلبل صفت اوس گلکی [illegible] / کمر بستہ ہیں خدمت میں شب و روز
کوئی رکھتی ہے پاس اپنے دف و چنگ / اوڑاتی رشک سے زہرہ کا رنگ
ادا و ناز میں اونکی نرالے / پھرا کرتی ہیں سب سینہ اوبھالے
جوانی پر وہ سب ہیں ناز پستان / بسان کبک چلتی ہیں خراماں
گلے میں ڈالکر باہمدگر ہاتھ / چلیں اٹکھیلیوں سے اوسکی سب ساتھ
وہ بت حلقے میں اونکے یوں ہے ہمراہ / نظر ہالے میں آتی جسطرح ماہ
ستم ہے ناز سے اوسکا آنا و جانا / غضب ہے لڑکھڑانا مسکرانا
کرے ابرو سے عاشق کا جگر چاک / تبسم سے نمک چھڑکے وہ بیباک
برنگ گل سدا رہتی ہے خندان / سرشک عشق سے ہے پاکدامان
بسر کرتی ہے خوش خوش زندگانی / ہے طغیانی پہ بحر نوجوانی
میسر دیکھیے کیونکر ہے ہونا / بشر کو اس پری کے ساتھ سونا
غرض لی شکل ہے وہ غیرت حور / سراپا تن ہے اوسکا طوبی نور

صفت شبدیز سبک خیز کی

وہ بت رکھتی ہے اک شبدیز شبرنگ / کہ آگے اوسکے پائے وہم ہے لنگ
تگ و دو اوسکی ازبس ہے سبکتر / پچھاڑی اوسکی پاتی باد صرصر
مہ نو سے فلک با ارجمندی / کرے ہر ماہ اوسکی نعلبندی
فلک پر ابرساں گر ہو روانہ / نہ لائے تاب برق تازیانہ
شناور یوں ہو دریا میں شتابی / کہ جیسے آشنا ہو مرغ آبی
نہیں تشبیہ مہ اوسکو گوارا / کہ پیشانی پہ اوسکی ہے ستارا
فلک اک دن میں اک چکر ہے کھاتا / وہ اک دم میں ہے سو سو چکر لگاتا
مشبہ گر کروں گردوں سے اوسکو / بدن اوسکا خجالت سے عرق ہو
پری لی ہے اوسسے ہمسری کی / کہ پر عنقا ہیں صورت پری کی
نہ دیکھا خلق میں شیریں سا محبوب / نہیں شبدیز سا ہے توسن خوب

خسرو کا صبر و ہوش کھونا اور شاپور کا روانہ ہونا

کیا شاپور نے یہ حال اظہار / ہوا اک فتنۂ خوابیدہ بیدار
ہوا سنتے ہی خسرو ایسا مشتاق / کہ دل سے صبر کی طاقت ہوئی طاق
سنا کیا اوسنے شیریں کا فسانہ / ہوئی تلخ اوسپہ سب عیش زمانہ
مذاق ذکر شیریں تھا لبوں پر / سمجھتا تھا ہے قند مکرر
لگا شاپور سے کہنے وہ خوش خو / کہ اے مرد خرد ور میرے دلجو
یہ افسانہ جو تو نے ہے سنایا / بلا ہے تازہ میرے سر پہ لایا
رگ جاں پر لگایا ہے جو نشتر / تو رکھ کچھ مرہم تدبیر اوسپر
تجھے لازم ہے اب محنت اوٹھانا / طرف شہر بت شیریں کے جانا
پہونچتے ہی وہاں پھر تو فی الحال / کسی حیلے سے کر دریافت احوال

کہ وہ یکتا ہی ملک حسن میں لاثانی
ذرا بہی ہی نہ اسے کتخدائی

ریاض عمر مین وہ رشک شمشاد
رہی کب تک برنگ سرو آزاد

محبت سے وہ بت رشک پریزاد
کرے گر میل سو ہو آدمی زاد

تو دم کر اوسپہ افسون محبت
کر اوسکی لوح دل پر نقش الفت

اگر وہ شمع رو کچھ موم دل ہو
تو مجھہ پروانہ سان کا حال کہیو

اگر وہ بت نہایت سنگدل ہو
تو کیون وحشت مین اپنا تنگدل ہو

غرض اس حال سے جلدی خبر دے
کہ ہی حالت دگرگون میری غم سے

یہ سنتی ہی وہ شاپور خردور
لگا یون عرض کرنے سر جہکا کر

کہ اے شہزادۂ عالم جوان سال
رہی قایم ہمیشہ تیرا اقبال

ترا بندہ ہون جان و دل سی غمخوار
نہین ہی جز اطاعت سے سروکار

اگرچہ سامنے ہون شیر و اژدر
نہ تیری حکم سے پہیرون کبہی سر

مجھے حاصل ہی فن صورتگری کا
اوتارون صاف مین نقشہ پری کا

جو کھینچون سادہ مین تصویر نیرنگ
اوڑے حیرت سے رنگ روی ارژنگ

جو مانی تہا کہ تصویرین کہینچے
مرقع خاک مین اپنا ملا دے

تری تصویر اوسکو جا دکھاؤن
تعشق کا تری نقشہ جماؤن

سوا اسکی کرون ایسی مین تدبیر
کہ ہو وہ صید وحشی تیر نخچیر

اگرچہ یوسف کنعان ہی وہ ماہ
زلیخا وار پر تیری کرے چاہ

چلون گر تیر سان سبکسار آ
نہ اک چلی مین پہونچون تو خطا آ

جو سکن اوسکا ہو عرش برین پر
تو لا حاضر کرون پل بہر مین پر

پہر صورت مین کام اپنا کرونگا
خبر دونگا اگر جیتا رہونگا

ہوا یہہ کہکی رخصت ہاں سے شاپور
کیا عزم سفر بہر شاد و مسرور

نہ لیتا راہ مین مطلق تہا آرام
کہ چلنے کا اوسی تہا رات دن کام

بیابان سے بیابان چلی جو کی راہ
تو پہونچا ملک شیرین مین ناگاہ

خبر اوس بت کی پوچہی او سنے الحال
ہوا دریافت لوگون سے یہ احوال

کہ تا بستان مین وہ بت رشک گلشن
ہوئی رونق فزای کوہ ارمن

تو پہر شاپور پہونچا تا سر کوہ
ہوا وہانکی ہوا سی نور اندوہ

روان تہی ہر طرف بادِ بہاری
خرامان تہی تدرو کوہساری

وہ سبزہ ہر طرف سر سبز و شاداب
کہ جس سی دیدۂ بینا ہو سیراب

زبس رنگ شقایق جوش زن تہا
شجر ہر ایک گلگون پیرہن تہا

زمرد گون درختون کی ہر اک ڈال
کہ طوبی کی کمر مین ہاتھ دے ڈال

نظر آئی عجایب اوس جگہہ سیر
بنا وہان سنگ خارا تہا اک دیر

مکان تہا وہ پرستشگاہ ابدال
گیا شاپور بہی وہان ہو کی خوشحال

ہوا سب سے وہ خواہان ہدایت
سنی اوس قوم سے نادر روایت

کہ پہنچی دیر کی پیدا ہی اک غار
وہان سنگ سیہ اک ہی نمودار

لگا ورما وہ اک مستی مین آکے
دوان آتی ہی وحشت سے مکان سے

خوشی سی اوسکو جب ہوتی ہی حاجت
برای حمل گر کرتی ہی رغبت

قریب اوس سنگ کے شہو تہمین آکر
مقام خاص کو ملتی ہی اوپر

تو رہتا حمل ہی حکم خدا سے
عجب کچھ کارخانی ہین قضا کے

وہ بچہ ایسا جنتی ہی پس سال
نہ پہونچی باد صرصر جسکی دنبال

سنا یون ہی کہ شبدیز سبک پی
اوسی سنگ سیہ کے تخم سے ہی

رہا شاپور یہہ سنتی ہی حیران
ہوا وہ صنعت حق کا ثنا خوان

لگا پہر پوچھنی لوگون سی وہانکی
کہ تہی واقف وہ حال دلستان سی

کہ کس گلشن مین وہ رشک چمن ہی
لئی ہمراہ صدہا گلبدن ہی

تو لوگون نی مفصل کہہ سنایا
مکان گلگشت کا اوسکی بتایا

کہ پہنچی کوہ کی اک بوستان ہی
بہار سبزہ و آب روان ہی

سحر کیوقت وہ سب رشک شمشاد
وہان ہونگی خرامان با دل شاد

چلی جسدم نسیم صبحگاہی
بجا نوبت بنوبت کوس شاہی

شاپور کا باغ مین جانا اور تصویر خسرو کی شیرین کو دکھانا

نہ پہونچین تہین بتان فتنہ انگیز
کہ پہونچا جلد شاپور سحر خیز

چلا اک صفحۂ قرطاس لیکر
کہ کہینچی صورت خسرو تہی وہ بیر

گیا لیکر شبیہ با تمثال
اوسی گلشن مین پہونچا جا کی فی الحال

وہ کی تصویر اوپر ان شجر سے
ہوا بعد اوسکی خود غایب نظر سے

وہ پریان سبکی سب تہتی مین آئین
عجب کیفیتین اپنی دکہائین

وہ مست حسن تہین جن می پریشان
پہ پہنچا نہ ہوا سارا گلستان

تبا دینین تجہی موجود و معدوم
لگا کہنی کہ ای سب بایۂ نور
اشارے ہی پہ یکی سب پری شان
کہ ہی شکل ایک شاہ نوجوان کی
شہنشہ خسرو پرویز ہی نام
بوقت رزم اک شیر غرین ہی
لب شیرین ہی گر شکر شکن ہو
جو لیتا ہی کبھی تیغ و سپر کو
اوسی حاصل ہی با صد کامرانی
ولی اوسنی باین نگین ادائی
ہوئی بت سی ان باتون سی بیہوش
غرض شاپور نی دیکھا جو یہہ حال
معمی مین جو تو کہتی ہی ہر بات
ملا ہی گر طبیب درد ہجران
کہ سن ای برہمن حال دل زار
کہ اس تصویر کو جسنی دکہایا
چہ پوچہا ہی تو کچہہ تدبیر ہی کر
سخن یہہ سنکی شاپور خردمند
لگا شاپور کرنی چارہ جوئی
سخن مین رست لاتا ہون نہ باہر
کیا حق نی مجہی ہر فن مین ایسا
باین حسن و جمال عالم آرا
مجہی بہیجا یہان قاصد بنا کر
فقط تصویر پر تیرا یہ ہی حال
نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
کہا بت نی کہ منت کش ہون تیری
کہا شاپور نی اوس سی کہ ای ماہ

دقیقی سب یا معنی کی ہین معلوم
رہی تجہسی ہمیشہ چشم بد دور
ہوئین سنبل صفت از غم پریشان
ظفر لونڈی ہی جسکی آستانکی
کہ شہرہ حسن کا جسکی ہی تا شام
میان بزم شوخ نازنین ہی
تو کوزہ قند کا گوش سخن ہو
عدو کرتی ہین قربان اپنی سر کو
بہار تازہ حسن و جوانی
نہین کی ابھی اتنک کتخدائی
کہ گویا وہ ہمہ تن بنگئی گوش
کہ شیرین عشق خسرو سی ہی پایا
مناسب ہی کشادہ ہو کی کر بات
تو کیون کہتی نہین کچہہ دل کا ارمان
کسی سی گر کہی ہرگز نہ اظہار
طبیعت پر عجب ہی تنگ چہایا
مبادا حال ہو کچہہ نوع دیگر
ہوا دل مین نہایت اپنی خرسند
نہ دیکھا چارہ کچہہ جز راست گوئی
نگاہ رحم ہو پر میری جان
ہنر تجہکو یہ دکہلایا ہی جیسا
ہوا ہی تجہپہ نادیدہ وہ شیدا
دکہائی ہینی صورت اوسکی لاکر
اوسی دیکہی تو کیا پڑ جاتی جنجال
بسا کین دولت از گفتار خیزد
کہ اب بہر خدا تدبیر میری
جو ہی اس شاہ سی یو کی تجہی چاہ

لگی کہنی وہ ای مرد خرد ور
ابہی اظہار اوسکا تجہسی چاہی
جو پایا اوسنی تنہا گلبدن کو
جہان مین ہی وہ روشن مثل خورشید
جمال و ہی یوسف ہی شنیدہ
بچہار کہا ہی ایسا خلق کا دام
روان ہوتا ہی جسدم اوسکا لشکر
جو میدان ہی تو شوق لشکری ہی
ہزاران مہوشان شوخ و طناز
مبارک سخت ہین اوس دلربا کی
رہی مشتاق یون وہ رشک مہتاب
لگا کہنی نہ کچہہ سمجہا مین اسرار
بہت دشوار ہی ہمراز پانا
پری رونی جگہہ دیکہی جو خالی
سخانون کو نہ تہا یہہ نقش یزدان
ہوئی اسطور سی سپر ہون مفتون
کریگا درد کا میری جو درمان
کہ محنت مینی جو اتنی اوٹہائی
کیا یون عرض اوسنی مہ لقا سی
جو صورتگر کی تجہکو جستجو ہی
وہی خسرو جو شاہ نوجوان ہی
بجز تیری نہین خواہش ہی کچہہ اور
نہین نقشہ یہ خسرو کا دکہایا
غضب ہی گی وہ اوسکی خوش کلامی
اوسیکی گر تجہی اب جستجو ہی
جو کی تو نی یہ تقریر پر افسون
ارادہ صید گہ کا کر کی اوٹہا

بہلا اس شکل کا نقشہ بیان کر
جو خالی ایکدم غیر وسنی ہو جائی
کیا آراستہ روی سخن کو
وہ ہی اک یادگار نسل جمشید
مگر اوسکا بچشم خود ہی دیدہ
کہ جس سی ایک عالم ہو گیا رام
تو ہوتی ہی زمین لرزان سراسر
شبستان ہی تو مسیل لبری ہی
رہا کرتی ہین عشرتگہہ مین دمساز
جو سوتی ہر مین اوس نگین ادائی
سنو جون تشنہ لب شبنم سی سیراب
کہ ہی کس بات سی تو دل گرفتار
جو پایا پہر عبث مطلب چہپانا
لگی کرنی وہ یون شیرین مقالی
ہوا اسطور سی جب پر فسون ساز
بجا ہی جی سیا کرتی ہو مین جو
رہونگی عمر بہر تیری ثنا خوان
تو بارے راہ مقصد مینی پائی
بر آئین تیری سب مقصد خدا سی
یہ بندہ ہی جو حاضر روبرو ہی
سدا اقبال اوسکی ہمعنان ہی
طبیعت کا ہوا اوسکی عجب طور
تصور مین وہ گویا خود ہی آیا
کہ سچ ہی قول مولانای جامی
تو پہر کیا اسمین جائی گفتگو ہی
ہوا دل مین حساب عشق افزون
سواری مین تو رکہہ شبدیز نہ آیا

اوڑیگا تجھکو لیکر وہ سبکتر
بشر کیا تجھکو پائیگی نہ صرصر

روان سوی مداین ہو یہانسی
ملی گی راہ مقصد پھر وہانسی

اوسی انگشتری خسرو نی دی تھی
وہ شیرین کی حوالہ اوسنی کردی

کہا گر راہ مین خسرو کو پانا
تو یہہ انگشتری اوسکو دکھانا

بسان مہر ہی وہ صورت پاک
سراپا سرخ ہوگئی اوسکی پوشاک

نشان اوس شاہزادی کا یہ کہیو
روان ہو یہانسی اب تو با دل شاد

ترے پیچھی مین آتا ہون سبکتر
نہ ہونا تو کسی صورت سی مضطر

سر شہر مداین جبکہ جانا
پتا اوس شہ کا ہر اک سی لگانا

وہان خسرو کی اک خلوتسرا ہی
کنیز اوس شہ کی ہر اک مہ لقا ہی

اوسی خلوتسرا مین تو بھی جانا
نگین شاہ ہر اک کو دکھانا

اقامت کر تو اوس منزل مین یکماہ
قرار اوس جگہ رہی ہو تیرا ایما

تماشای جمال شاہ کرنا
خدا کا شکر پھر ای ماہ کرنا

کہا پھر اب ترا حافظ ہی اللہ
یہ کہکر اپنی لی شاپور نی راہ

رہی تنہا وہ شیرین یہانپہ جسدم
تو آئین سب کنیزین ملکی باہم

غرض شیرین یہ تو نکو ساتھہ لیکر
ہوئی وہانسی روانہ بس سبکتر

کٹی آخر کو فرحت سی وہ سب راہ
بصد شادی وہ پہونچی تا وطنگاہ

رہین آسودہ چندی سب گلفام
مگر شیرین کو کب آتا تھا آرام

لگی کہنی مہین بانو سی ناگاہ
رہی قائم ترا یہہ حشمت و جاہ

نہین لگتی یہان میری طبیعت
ملیگی صیدگہ مین مجھکو فرحت

جو فرماوی تو کر شبدیز پر زین
روان صحرا کو ہون با زیب و تزئین

کرون دن بھر شکار و سیر جاکر
قدمبوسی کرون پھر شب کو آکر

کہا اوسنی کہ سن ای ماہ پیکر
سوا اسکی جو کچھہ چاہی طلب کر

وہ شبدیز سبکدو تیز تر ہے
کہ جس سی چرخ بھی زیر و زبر ہی

مبادا پشت زین سی تو جدا ہو
تو پھر وہ بادپا مطلق ہوا ہو

اجازت یہہ نہین ہی گرچہ منظور
ترے آزردگی سی پر ہون مجبور

لگام پہلوانی اوسکو دی کر
سواری کر تو اوسکی پشت زین پر

اجازت جب نہین بانو سی پائی
تو پھر جان قالب شیرین مین آئی

اوٹھی وہانسی دعائین اوسکو دیکر
رہی پیوستہ سایہ تیرا مجھہ پر

کہان ہی ساقی گلفام ہمدم
پلا مجھکو شراب عیش پیہم

بھاگنا شیرین کا شکارگاہ سی اور پھرنا کنیزونکا راہ سی

کہ گردون ہی مبارک باد گویان
ہوا معشوق خود عاشق کا جویان

چڑہا جسدم سوار مہر تابان
سر پشت سمند چرخ گردان

پہن پوشاک شیرین ہوگئی طیار
کیا اوسنی طلب شبدیز رہوار

ہوئین حاضر بتان ماہ پیکر
کیا مجرا ہر اک نی سر جھکا کر

جو دیکھا اوسنی اون سب مہوشونکو
لگی کہنی وہ اونسی مہربان ہو

رہا کرتی ہو تمہین حسرت سی دلگیر
اسی قصد ہی اب سوی نخچیر

بتون نی سنکی یا طبع ہوسناک
فریب بر مین کی مردانہ پوشاک

یہی تھا رسم اون سب گلرخونکا
کبھی گر اتفاق صید ہوتا

تو ہوتین سب وہ باشکل غلامان
خوشی سی ہمرہ شیرین شتابان

غرض گھوڑونپہ کی سب نی سواری
چلا وہ غول جون باد بہاری

روان گھوڑونپہ وہ سب رشک مہ تہین
کہ جملہ ست اقامت کج کلہ تہین

ہر اک توسن نی چالاکی دکھائی
ہرن کی چوکڑی ساری بھلائی

ولی شیرین نے جسدم باگ اوٹھائی
کسی نی گرد بھی اوسکی نپائی

کنیزون نی اوٹھائی باگ فی الحال
دوان تھین مثل سایہ اوسکی دنبال

وہ سمجھین سب اپنی کی یہہ سرکشی ہی
نکچھہ سمجھین شیرین کی خوشی ہی

کیا ہر چند اون سب نی تکاپو
چلا ہرگز کسیکا کچھہ نہ قابو

نمایان ہوگئی اتنی مین جب شام
پھرین صحرا سی آخر شب ناکام

مہین بانو کی آگی آئی غمگین
کہا تلخی سی یکسر حال شیرین

کہ ڈالا اوسنی جب گھوڑا اگاڑی
تو سمجھا ہی کہین ہم سی پچھاڑی

ہوئی درماندہ آخر سبکی رہوار
نشان اوس ہت کا پایا نہ زنہار

سنا بانو نی جب شیرین کا احوال
سراسیمہ ہوئی اور غمسی پامال

کیا حسرت سی اپنا پیرہن چاک
کہا پھر یہہ سخن با چشم نمناک

کہ ای شیرین یہہ تجھکو کیا سمائی
محبت کس لئی دلسی اوٹھائی

کہان سرگشتہ تو ای میری جان ہی
کہان شبدیز ہی اور تو کہان ہی

رہی قائم تو اوسکی پشت زین پر
پیادہ پا ہوئی روی زمین پر

جدا ہو کر کی صدمہ سی نسی نی
ہوئی دمساز اب غیر و نسی جا کی

رہی اس طرح سی گریان سحر تک
دل غمگین مین کیا کیا لائی شک وہ

ہوئی جس دم خبر یہہ بے بہا ہر
ہوئی سردار لشکر آکی حاضر

کیا یون عرض گر ہم حکم پائین
پتا جا کر کہین اوسکا لگائین

کیا بانو نی ہرگز کچھ نہ ارشاد
کہ یہہ خواب ایک شب کا تہا اوسی یاد

کہ گویا ہاتھ پر بیٹھا ہی اک باز
کیا پہر دفعۃً ہاتہون سی پرواز

ہوئی حسرت مین اوسکی جبکہ بیخود
تو وہ آکر کی بیٹہا پہر بدستور

جو پہر بیٹھا تہا آکر خواب مین باز
تجسس سی رہی شیرین کی وہ باز

لگی کہنی کہ ہی یہہ کار دشوار
کہ ہین یہان جتنی گھوڑی تیز رفتار

جو مثل باد ہی ہو وین سبک خیز
نہین ممکن کہ پائین گرد شبدیز

گیا جب مرغ ہاتہون سی نکل کر
تو ہاتھ آنا ہی مشکل پاؤن چلکر

علاوہ اوسکی یہہ ظاہر نہین ہی
کہ کس جانب گئی وہ نازنین ہی

یہ بہتر ہی رہون چندی شکیبا
وہ شاید جو دکھائی روی زیبا

نہ پہر یاد رہی وہ چھوڑ دی گی
اگر جیتی رہی گی آملیگی

رہا خاموش لشکر سنکی سارا
بجز فرمانبری کی کیا تہا چارہ

ادہر شیرین سوار پشت شبدیز
صبا آسا اڑان تہی سوی پرویز

وہ با شکل غلامان پری وش
کہی تہی زیب بر پوشاک دلکش

شتابان وہ بہ دہ صحرا بصحرا
لگاتی تہی پتا اوس گلکا ہر جا

اوسی تہا خوف نامحرم جو ہر گاہ
سمجھتی تہی نہ کچھ وہ راہ بیراہ

نکرتی تہی کسی منزل مین آرام
تگا پو سی مگر تہا رائگان کام

اسی صورت سی وہ ماہ دل افروز
رہی بس گرم رو تا چار وہ روز

بڑہا تہا سوز بر دل رنج و الم سی
لگی گہٹنی مثال بدر غم سی

ہوئی اک صبح پہر جب دم نمایان
ملا اک مرغزار سبز و ریان

نظر آیا وہان اک چشمہ صاف
بسان آب گوہر صاف شفاف

وہ آب چشمہ تہا ایسا درخشان
چہپا ظلمت مین جس سی آب حیوان

وہ رنج رہ سی از بس خستہ تن تہی
غبار آلودہ وہ رشک چمن تہی

نہ تہا مردم کوئی چشمی کی اندر
لگی گھوڑی کو ٹہلانی وہ دلبر

اوتر کر اسپ کو باندہا شجر سی
جدا پوشاک کی پہر اپنی بر سی

جو پہنی چادر نیلی بدن پر
عیان تہا رنگ سوسن کا سمن پر

گئی چشمی کی اندر پہر شتابی
ہوا اوس مہ کا منزل برج آبی

حباب چشمہ شکل چشم بنکر
ہوئی مشتاق نظارہ سراسر

لبون سی موجکی چشمی نی حاصل
کیا پا بوس اوسکا ہو کی مائل

پڑا جب عکس انگشت نگارین
ہوئین سب مچھلیان چشمی کی نخچیر

نہائی جبکہ اوس چشمی مین گلرو
گلاب آسا ہوا وہ آب خوشبو

وہ رشک حور جو تہی پانی کی اندر
وہ چشمہ تہا مثال چشمہ خور

جو کھولی اوسنی گیسو ہی سیہ تاب
بنی عاشق کو حلقی اوسکی گرداب

بت سیمین بدن کی شست و شو کی
تمنا تیغ خورشید کو تہی

رہی پانی مین یون مشغول بازی
تو کی آخر فلک نی کارسازی

خوف پدر سی خسرو کا فرار ہونا اور دلبر سی جا ملنا

پلا ساقی مجہی اک اور ساغر
خبر عاشق کی اب لاؤن مین جا کر

یہ کہتا ہی وہ دانای سخنور
بیان یہہ داستان کی جسنی لکھ کر

کہ خسرو شاہ نی شاپور دانا
کیا جب دم سوی ارمن روانا

زبس تہا انتظار اوسکا شب و روز
کہ کب دیکھی مژدۂ یار دل افروز

عدو خسرو کا اون روزون تہا اک
عداوت سی کیا فتنہ بپا ایک

کیا تجویز نقش فتنہ انگیز
درم پر کر منقش نام پرویز

کیا رائج ہر اک کشور مین اوسکو
کہ تا خسرو سی ہر فرد بدگمان ہو

ہوا ہر فرد جو واقف اس چلن سی
تو گویا کہنی لگا سینی پہ اوسکی

کہا اوسنی نیا سکہ چلایا
ہماری بات مین بٹہ لگایا

لٹاتا رہی زر اندازی سی وہ چند
کرون اب گنج کی صورت ہی بند

بزرگ امید کو اسکی خبر تہی
تو اوسنی جاکی خسرو کو خبر کی

کہا گرچہ ہی تو شہ کا جگر بند
مگر سمجھا کریگا وہ نظر بند

بدی پر ہی طبیعت اسکی مائل
ہوئی پیری مین اوسکی عقل زائل

نکل جائی کسی جانب جو یہان سی
تو امین ہو بلای ناگہان سی

سنا خسرو نی یہہ احوال جسدم
کہ کل ہی عزم میرا سوی نخچیر
اوتارو تم اوسی باغ مین جا
تو ہمراہی مین ہنا اوسکی تم سب
جو تہا عشق اوسکا صادق لیتا نیسے
جو خوف شاہ سی پردہ تہا دل
ہوئی درماندہ اسپان سبک خیز
یہہ کہکر آپ پہر سب سی جدا ہو
دکہاتا تہا وہ چالاکی سراسر
اور اوسمین وہ سراپا ناز و تجو
وہ دلبر تہی جو اوس باغ مین تہی
جو کہولی اوسنی تہی لف گرہ گیر
لگا کہنی وہ دلسی کہینچکر آہ
یہی کہتا تہا وہ کیا خوب ہوتا
ولی اس بات سی تہا کچہہ نہ آگاہ
جو شیرین پر مرا ہی عشق صادق
مگر پہر بہی خلاف عقل یہہ بات
پڑہی ہوس دلربا پر کیا تباہی
غرض دلسی یہ شہ کی گفتگو تہی
ہٹا جب لف کا ابر سیہ تاب
رخ روشن ہی مثل مہر تابان
سوا اسکی نہ چارہ اور دیکہا
مگر دیکہا کہ اب وہ نازپستان
نہو کیونکر یہ دلبر مجہسی محجوب
غرض اس طور سمجہاتا ہوا دل
پہن پوشاک کر شبدیز پر زین
عجب یہہ شان و شوکت کا جوان ہی

ہوا خوف پدر سی سخت پر غم
رہا کرتا ہون یہان مین سخت دلگیر
کواکب تم ہو سب اور وہ ماہ
اطاعت کیجیو ہر روز و ہر شب
عیان الہام غیبی تہا زبانسی
تو دو منزل کو کرتا ایک منزل
ہوا خسرو وہان بس فرحت انگیز
بسوی مرغزار آیا وہ خوشخو
قدم رکہتا تہا اک جا زمین پر
نظر آئی تہی اک سرو لب جو
نظر آتی حباب آسا وہ پستان
ہوئی خسرو کی پاؤنکی وہ زنجیر
عجب ہی حسن کی تاثیر واللہ
جو مین ہاتہ سی اسکی پاؤن دہوتا
کہ اوتریگی مری منزلمین یہہ ماہ
نہونگا مین کسی دلبر پہ عاشق
کہ شیرین سلطنت کی ہی نزاکت
ہوئی تنہا جو یون جنگل کو راہی
بدل حال صنم کی جستجو تہی
نکل آیا وہ روہی رشک مہتاب
کہ پرتو ہی اوسیکا ماہ کنعان
کہ چہوڑا رخ پہ پردہ گیسو نکا
خجالت سی جہکی سر در گریبان
کہ محجوبی ہی عین حسن محبوب
چلا وہ اودہر جانب نسیم بسمل
چلی اودہر چشمہ شیرین سے شیرین
کہ عاشق اسکی رخ پر میر جان ہی

شبستانمین گیا اپنی وہ مہ جمال
اگر آتی کوئی یہان نازپستان
اگر وہ ہوگی اس خلوت سی دلتنگ
پسند آتی جو اوسکو کوئی گلشن
یہہ کہکر وہانسی باخیل غلامان
وہ جا پہونچا اوسی جا راہ طی کر
غلامونسی کہا اوسنی کہ تم سب
نظر آیا وہ شبدیز سیہ رنگ
ہوا سبزہ مین خسرو جب خرامان
نظر آتا تہا عریان وہ شکم صاف
نمایان یون رخ پر تہے قطرہ آب
زبس تہی اوسکی دلمین لطف افزو
ابہی تہا ایک ہی دلبر کا طالب
نہین جاہ و حشم اوسکا ہی تہوڑا
کبہی کہتا یہ کیسا ماجرا ہی
نشان شاپور نی جو کچہہ بتایا
مصاحب اوسکی صدہا ہین دلارام
کہون کیونکر دلا وہ جان جان ہی
نگاہ شاہ سی شیرین تہی غافل
نظر کی اوسنی جسدم آنکہہ اوٹہاکر
ہوئی بس شرم سی لرزان بیتاب
ہوئی اوسدم نگاہ مست جانباز
تو سمجہا خاطر جانان پہ ہون بار
اگر ہی صید وحشی یہ دلارام
ہوا حشمی سی خسرو جبکہ کچہہ دور
یہی کہتی تہی اپنی دلمین ہر بار
نہین یہہ چاہ ہرگز میرا دلدار

کہا سب ماہرویونسی یہ احوال
شبستانکو کری رشک گلستان
کری صحرا کی جانب اب نہ آہنگ
بنا دینا وہین پر اوسکا مسکن
ہوا خسرو سوی ارمن شتابان
کہ جس منزل مین تہی وہ ماہ پیکر
ذرا گہوڑونکو ٹہلاؤ یہان اب
شب دیجور بہی جس سی تہی تنگ
نظر آیا وہ چشمہ مثل حیوان
بندہی اک چادر نیلی تہی تا ناف
کہ تابندہ ہون اختر گرد مہتاب
ہوا اوس رشک لیلی پر وہ مجنون
ہوا غم دوسرا اسکا دلپہ غالب
ملی جسکو یہ جوڑا اور گہوڑا
کہ اس بت پر مرا دل مبتلا ہی
سوا اس معشوق اور گہوڑی مین پایا
نہین جز عیش و عشرت دوسرا کام
کہان وہ دلربا اور تو کہان ہی
کہ رخ پر تہی نقاب لف حائل
تو دیکہا اک جوان رشک صنوبر
کہ جون پانی مین لہراتا ہی مہتاب
دل خسرو کو مثل تیغ بران
نہین منظور بار خاطر یار
کرونگا دام فکرت سی اسی رام
نکل پانی سی وہ سرمایہ نور
کہ پیش آیا ہی کیا سہہ امر دشوار
تو مہر آگین ہی کیون میرا دل زار

جو اوس تصویر مین دیکھی نشانیان / سو وہ سب اسکے چہرے سے عیان ہین
بہت تشویش اوسنی اسطرح کی / نہ اوس اسرار سے پر آگہی تہی
غرض مرضی تہی یون اوس دلستانکی / کہ قربت ہووے اوس رعنا جوانکی
یہ کہکر کردیا گہوڑی کو سرپٹ / کسی نی بہی نہ پائی اوسکی آہٹ
پس ایک لحظہ خسرو نی نظر کی / نہ دیکہی شکل پر اوس سیمبر کی
جو تہا اوس بحر خوبی پر وہ مائل / تڑپتا تہا برنگ ماہی دل
کبہی تہا ڈہونڈہتا ہر اک چمن کو / کہ سبزے مین وہ شاید گلبدن ہو
کبہی چشمی کو یہہ جا کر سنایا / کہان اوس بحر خوبی کو چہپایا
کبہی کہتا فلک سی ملکی وہ ہاتہہ / کیا کیا شعبدہ تو نی مری ساتہہ
نہین معلوم بیدار ہی تہی یا خواب / کہ دیکہا مینی وہ ماہ جہانتاب
جو مشغول اور جانب مین نہ ہوتا / تو دولت ایسی کیون ہاتہہ سے کہوتا
نہاں غم نہ کیون دل پر اٹہائے / جو پہونچی شاخ تک اور پہل نہ کہائے
غضب ہی جو لب کوثر پہ پہونچکر / کرے تشنہ نہ اوس سے اپنی لب تر
پڑا اب خاک پر حسرتسی بیہوش / رہا کچہہ دیر تک آخر کو بیہوش
کہا پہر دلسی باصد رنج و افسوس / عبث تہا ہی اسے صورت سی مایوس
اگر کوئی پری تہی یہہ ستمگار / تو ہاتہہ آنا تہا اوسکا سخت دشوار
مناسب ہی کہ رکہون دل مین یہہ راز / کرون اب منزل مقصد کو پرواز

کہا شاپور نی تہا ایکبار سی / کہ ہی پوشاک اوسکی سرخ ساری
کہ شاہونکی بہت ہوتے ہین بدخواہ / بدلتی اسلئی ہین جامہ راہ
لگی پہر دلسی کہنی وہ بصد درد / مبادا اور ہی ہو یہہ جو امرد
ہوئی پنہان نظر سی غیرت حور / اڑا وہ اسپ مشکی مثل کافور
کیا کتنا ہی جولان اپنا رہوار / قدم کا بہی نشان پایا نہ زنہار
یہ کہتا تہا تعجب مین کہ ای وای / گیا کس طور محبوب دل آرای
کبہی پرسان تہا لالی سی وہ خوش خو / نشان کچہہ تہا ہی اوس گلرخ سی کچہہ تو
کبہی ہر ایک ماہی سی یہ کہتا / کہ اوس مہ کو کہین تمنی ہی دیکہا
یہ کیا تونی سجا ہی باغ شادی / دکہایا مجہکو دشت نامرادی
کبہی کہتا کہ ہی تقصیر میری / عبث مینی نظر اوس مہ سے پہیری
مگر ابلیس سے تہا مجہکو گہیرا / جو یون مونہہ اوس شہ سی وہ نہ پہیرا
ہوئی حسرت مجہی بہی اوسکی معلوم / سکندر جو ہوا حیوان سی محروم
کہون حسرت مین اپنی کسکی آگی / کہ خود مین سو گیا جب بخت جاگی
وہ دلسی کہینچتا تہا آہ و نالے / دو چشم زار گویا دو تہی نالے
حقیقت مین جو انسان تہا وہ دلبر / تو مل جائیگا آخر پہر کہین پر
سلیمان گر کبہی ہوتا مرا نام / تو البتہ پری ہوتی مری رام
غرض کرکی ہزارون نالہ و آہ / شہ خسرو نی پہر ارمن کی لی راہ

مداین مین شیرین کا جانا اور خلوتسرای خسرو مین آرام پانا

ہوئی شیرین جو چشمی سی روانہ / کیا تہا ترک سب عیش زمانہ
ہر اک سی پوچھتی درگاہ پرویز / ہوئی داخل مداین مین جلوریز
خبر آمد کی اوسکی سب نے پائی / تو استقبال کو ہر ایک آئی
بتون نی دیکھکر سیمای شیرین / چبائی رشک سے لبہای شیرین
کنیزون کیطرح حاضر تہین ہر دم / نہ سمجہین کچہہ وہ خسرو سی ہی کم
ہوا تشریف لانا یہان کدہر سے / کہ اب واقف ہمین بہی اس خبر سے
کہا افسانہ ہی یہہ سخت و شورا / جو خسرو آئی تو اسکا ہوا اظہار
ہوئی شاکر شکر شیرین بہ اسطور / تو مسند پر بٹہایا سب نے فی الفور
جہان تہی کلمہ ہای شاہ پرویز / وہان لیجاکی باندہا اسپ شبدیز
بامید وصال یار دلسوز

وہ پہونچی جا اوسی خلوتسرا مین / جہان خسرو کی تہین صد ہا خواصین
وہ اوتری جہان آئین وسی / خوشی سی کی ملاقات ان بتونکی
ولی خسرو نی دی تہی جو اجازت / مطابق اوسکی تہین مشغول خدمت
لگین پہر پوچہنی شیرین سی وہ سب / کہ تیرا نام کیا ہی ای شکر لب
اوسی منظور تہا پرہیز سب سے / کئی ہر اک طرح کی اونسی حیلے
ولی اس اسپ کی کیجو حفاظت / بہت ہین گنج اس گہوڑی کی قیمت
تن گلگون کو آب گل سی دہویا / وہ رنج راہ اوسکی تن سی کہویا
پہنائی قیمتی پوشاک لاکر / جڑی تہی جسمین تہی یکسر لعل و گوہر
رہی آسودہ وہ ماہ دل افروز

شیرین کا مکان سنگین مین رہنا اور رنج و غم سہنا

ہوئی شیرین کو جب معلوم ان کی نیت
مفصل سب کی ظاہر حقیقت

کہ کچھ رنجیدہ ہو شہزادہ گھر سے
گریزاں ہو گیا خوف پدر سے

کیا نخچیر کا اوسنے بہانہ
ہوا ارمن کو وہاں سے روانہ

تو سمجھی تھا وہی پاکیزہ گردار
جو تھا چشمے پہ میرا محو دیدار

ہوا پیدا پھر اوسکے دل میں اک درد
لگی لینے وہ آہیں کھینچ کر سرد

وہ خانہ طوطی دلکو قفس تھا
مثال زاغ ہر اک ہمنفس تھا

وہ روزانہ الم میں مبتلا تھی
ہر اک شب وہ سیہ گویا بلا تھی

صبوری کر کے چندے ہوئی مجبور
لگی کہنے وہ سب سے غیرت حور

شگفتہ یہاں نہیں ہے کوئی گلزار
مبادا ہووے نرگس ہوں بیمار

جو بستر میں رہی کا سرانجام
تو مجھکو ہو دل کو میری آرام

لگی کہنے یہ اوس سے ہر پری رو
کہ اے رشک مہ و خورشید رو تو

گیا جس دم یہاں سے شاہ خسرو
دیا تھا اس طرح سے حکم مجکو

کہ آئے دلربا کوئی جو یہاں پر
سمجھیو اوسکو تم جانسے فزوں تر

کہ جس جا بنا دینا مکان ایک
رہے خوشنود تا وہ دلبر نیک

کہا شیرین نے ہو کر شاد و خرم
کرو تعمیل حکم شاہ باہم

پریرو رشک سے تھیں جو کہ بیزار
بلایا سب نے ملکر ایک معمار

کہا ایسی جگہہ کوئی مے اگر ہو
ہوا دوزخ سے جسکی گرم تر ہو

بنا اک قصر سنگیں اوس جگہہ پر
جو کچھ چاہے سو زر ہمسے طلب کر

دیا بعد اوسکے اتنا گنج و گوہر
حساب عقل سے جو تھا فزوں تر

ہوا معمار خوش دولت کو پا کر
بہت کی جستجو پھر اوسنے جا کر

غرض تجویز کی اک جای دلگیر
جوان کو جو کہ ہفتی میں کہی تھی

وہاں پہ قصر سنگیں اک بنایا
کہ دوزخ نے بھی جس سے داغ کھایا

کیا طیار اوسنے وہ مکان جب
تو پہنچا آئیں شیرین کو وہاں تب

جو دیکھا جا کے اوس سنگیں سرا کو
گیا اوس بت نے یاد اوس دم خدا کو

جو دیکھی اوسنے اپنی گردش سخت
تو سمجھی دل میں وہ سنگ آمد و سخت

وہ عارض جو کہ تھے مثل گل ورد
ہوئی غم سے مثال زعفران زرد

بمجبوری لگی رہنے وہ دلدار
غم خسرو بنایا اپنا غمخوار

خسرو کا موقان میں جانا اور مہین بانو کا استقبال کو آنا

چلا آگے جو اوس چشمے سے خسرو
ہر اک صورت سے سمجھاتا تھا دلکو

چلا جاتا تھا وہ منزل بمنزل
سموم عشق سے پژمردہ تھا دل

غم ہجران سے گو آشفتہ جان تھا
امید وصل سے گو شادمان تھا

یہ کہتا تھا وہ اپنے دل سے ہر دم
اوٹھاتے عشق میں صدمے بہت غم

اوسے بت کی جو پھر ہوئی ملاقات
تو سمجھوں جذبۂ دل کی کرامات

بلاد کرہ پہ پہنچا وہ جسدم
چلی جا کر وہاں کی سنگی باہم

خوشی سے خدمت خسرو میں آئے
بہت نذر و تحائف ساتھ لائے

زر و گوہر غلام و اسپ زیبا
پری رویان گل چہرہ دل آرا

ہوئیں مطبوع خاطر وہ گل اندام
کیا خسرو نے روز چند آرام

گذر وہاں سے کیا پھر سوئے موقان
گیا موقان سے پھر وہ سوی خزران

مہین بانو نے بھی سنتے ہی یہ احوال
چلی بہر خدمت خسرو میں الحال

ہزاران اشتر و شایستہ رہوار
زر و گوہر خزاین سے گرانبار

غلامان و کنیزان پری رو
گئی حاضر حضور شاہ خوش خو

ادا کی خدمت شاہ زمانہ
کیا شہ نے بھی لطف خسروانہ

یہ فرمایا کہ تیرا میہمان ہوں
مبادا تیری خاطر پر گراں ہوں

جو یہ لطف و کرم بانو نے پایا
تو اپنے سر کو سجدے میں جھکایا

دعا و مدح وہ لائی زبان پر
کہ اے شہزادۂ فرخندہ اختر

ہمایوں بخت اپنا میں نے پایا
کہ سمجھا شاہزادہ گھر پہ آیا

غرض اک ہفتہ پھر خسرو کی آگے
تحائف اوسنے بھیجے ہر طرح کے

ہوئی خدمت میں حاضر پھر وہ اک بار
لگی کہنے کہ اے پاکیزہ گوہر

یہاں برذع ہے شہر فرحت انباز
مہیا ہیں یہاں عشرت کا سب ساز

نہایت گرم سیر اوس جا ہوا ہے
زمستان میں وہ جا عشرت فزا ہے

وہاں تشریف لائے ہیں جو اب
اب اوس جا بادہ پیمائی ہے تا حب

کہا خسرو نے ہو کر شاد و مسرور
کہ ہے خواہش یہ تیری مجھکو منظور

شہ خسرو ہوا با ساز و سامان
وہاں سے جانب برذع شتابان

ہوئے خیمے ہر اک جانب میں برپا
ہوئی عشرت گزین دم ہر اک جا

مہین بانو بھی خدمت میں شب و روز
بجان و دل ہوا کرتی تھی دلسوز

اگرچہ شہ کو وہاں عیش و طرب تھا
مگر شیرین کا غم ہر روز و شب تھا

درخشاں تھی جو اک شب عیش افروز
وہ خسرو تخت پر تھا جلوہ افروز

بیان خسرو کی بزم پرنور کا اور حاضر ہونا شاپور کا

شمع نے بھی یہ تھا جلوہ دکھایا
شعاع خور نے جس سے داغ کھایا

بلند آواز تھا چنگ و چغانہ
لب مطرب پہ نغمہ تھا روانہ

مصاحب جو کہ تھے خسرو کے دمساز
وہ تھے شعر و سخن سے نغمہ پرداز

پری پیکر سا قیان ماہ پیکر
حضور شاہ لائیں بھر کے ساغر

وہ رقصاں تھا جو جبریل پرزنان
خوشی سے سب مبارکباد گویان

کہ اتنے میں کسی خادم نے آکر
کیا یوں عرض شہ سے سر جھکا کر

کہ شاہا در پہ حاضر ہے وہ شاپور
یہاں آئے ہی اگر ہو شہ کو منظور

سنی شاپور کی آمد جو شہ نے
لگی بس جوش دل سے شاد ہونے

بلاے جاو دانا ہی یہ دلکو
اگر کوئی کہیگا منتظر ہو

یہ چاہا اوسکو لائے آپ جاکر
ہوا اور اب شہی مانع وہاں پر

مصاحب شہ کے جتنے تھے وہ آئے
بہت شاپور کو عزت سے لائے

حضور شہ وہ دانا جبکہ آیا
ادب سے سامنے سر کو جھکایا

نوازش سے کیا شہ نے سرافراز
کہ خسرو کا وہی تھا ایک ہمراز

بٹھا کر اوسکو پھر خسرو نے حالی
کیا خرگاہ کو غیروں سے خالی

لگا کہنے کہ کہہ اے میرے غمخوار
مفصل اب نوید حال دلدار

وہ پہلے تو دعا لایا زبان پر
کہ سایہ ہو ترا دائم جہان پر

جو گذرا تھا کہا احوال سارا
دکھانا کھینچ کر شکلیں سہ بارہ

بنا کر شکل اپنی برہمن کی
جو کی تلقین تھی اوسنے گلبدن کی

طبیعت اوسکی شکل شہ پہ آنا
شبستان میں تھی وہ اسکا جانا

کہا خسرو سے اوسنے جب یہ احوال
دل خسرو ہوا حیرت سے پامال

یقین جانا کہ بیشک تھی وہ دلبر
نہاتی تھی جو اوس چشمے کی اندر

لگا کہنے یہ دل سے کھینچکر آہ
کہ اولٹی کیا دکھائی چرخ نے راہ

نہوتا گر وطن سے اپنے میں دور
تو ہوتا وصل سے شیرین کے مسرور

بھلا کیا صبر ہو عاشق کی دل کو
کہ گھر میں یار ہو اور وہ جدا ہو

نہ جا سکتا ہوں ہاں خوف پدر سے
نہ رہ سکتا ہوں شوق سیمبر سے

غرض سوچا کہ پھر شاپور جائے
مداین سے یہاں شیرین کو لائے

شہ خسرو جو اک غنچہ دہان تھا
جوان ایسا کہ یکتائے جہان تھا

خبر شیرین سے بانو کی یو انگی و شاپور کی روانگی

پیا کرتا شراب ارغوانی
بسر شادی سے کرتا زندگانی

خدا نے دی تھی اوسے رنگین طبیعت
بپا وہ جشن کی رکھتا تھا صحبت

غرض چلتا تھا اکدن دور ساغر
مہین بانو ہوئی موجود آکر

ہوا پھر ہر طرح کا ذکر آغاز
لگا شہ پوچھنے شبرنگ کی وہ ساز

کہ سنتا ہوں تجھی سے دخت برادر
گئی تھی یہاں سے جو عزم صید کر

دکھائی سرکشی توسن نے اوسکی
اوڑا او وہ لیگیا اوسکو وہانسے

وطن سے پھر اک قاصد ہی آیا
پتا اوسنے کہیں شاید نہی پایا

رہونگا میں یہاں گر چند روز اور
تو ایسا پھر نکالونگا کوئی طور

روانہ کر کے کوئی پیک ہشیار
بلا دونگا تری وہ دخت دلدار

خوشی سے بھی تو پایا پھر گھڑی ہی
نہیں مطلق کچھ اندیشے کی جا ہی

مہین بانو نے یہہ قصہ کیا گوش
ہوئی فرط الم سے بس وہ بیہوش

کہا اسنے کہاں ہے میری قسمت
جو پھر دیدار سے اوسکی ہو راحت

رہا کرتی ہوں میں اس غم سے پامال
نہیں معلوم کیا اوسکا ہی احوال

جو کوئی اوسکو پھر لاکر دکھا دے
تن مردہ کو گویا پھر جلا دے

دیا بوسہ یہ کہکر تخت شہ پر
دعا دینے لگی سر کو جھکا کر

کہ ہو ہر دم ترا اقبال یاور
رہے قائم ترا یہ تخت و افسر

رہونگی عمر بھر ممنون تیری
ہوا آنا ترا قسمت سے میری

روانہ جب کیا قاصد کو شاہ
کیا مجھکو بھی اوسدم اوس نے آگاہ

کہ ہے یہاں ایک گھوڑا نام گلگون
سوار اسپر [illegible]

اگر کچھ بھی ہے اک یاد یا ہے
کہ اوس شبدیز کا ہمتنگ ہا ہے

تو خسرو نے وہی گھوڑا منگا کر
کیا شاپور کو رخصت بلا کر

چلا وہاں سے وطن کرتا ہوا راہ
مداین میں وہ پہنچا بعد یکماہ

گذری هاتهون سی اونکی ترکش تیر
وه دونون هوگئی آپس مین شکر شیر

نه شیرین سی جدا هوتا تها پرویز
نه گلگون سی گذر کرتا تها شبدیز

طریقی عشق کی دل نی دکهایی
نشان دونون نی باهم آ بتایی

جو آئی نام آپس مین زبان پر
لگی اک چوٹ سی دونونکی جان پر

جو تهی راه سخن کو سخت دوری
تو کی دو چار باتون پر صبوری

غلامان و کنیزک جو تهی همراه
هوئی حالت سی اونکی سب وه آگاه

کها دونون یه هین معشوق و شیدا
مه خورشید هوئی یکجا هین پیدا

کها شیرین نی شه سی ای خداوند
که اب هی دل مرا اوس آرزومند

بهت نزدیک یهان سی هی سراه
بنایا هی مکان اک مین دلخواه

چلی گر شه ز راه دلنوازی
تو حاصل مجهکو بهی هو سرفرازی

کها شه نی جو مهمان تو نی جانا
تو سر کی بهل مجهی لازم هی جانا

هوئی مقبول شه کو میهمانی
هوئی شیرین کو حاصل شادمانی

کنیزک خدمت بانو مین بهیجی
خبر مهمانی شه کی اوسی دی

هوئی بانو جو اس حالت سی آگاه
تو سب اسباب عشرت لیکی همراه

گئی دونون جهان پر تهی وه دلبر
زر و گوهر لٹاتی اونکی سر پر

اوتارا جاکی پهر اسکی مکان مین
که ثانی تها نهین جسکا جهان مین

چمن تها اوسمین رشک باغ رضوان
هوس کهتی تهی ها کی حور و غلمان

مهین بانو زروی عذرخواهی
تحائف بهیجتی بارسم شاهی

کیا پهر پیشکش اتنا خزانا
که مشکل تها حساب اوسکا لگانا

رها شه کو بهت کا کچهه غم
مگر تها عشق شیرین دلمین هر دم

مهین بانو تهی دانای زمانا
جو عشق خسرو و شیرین کو جانا

مهین بانو کا شیرین سی سوگند لینا اور نصیحت دینا

یه تها اندیشه اوسکی دلمین هر دم
خسرو آتش رهین کس طور باهم

کها شیرین سی سن ای ماه کامل
که تو هی نور چشم و قوت دل

سپهر دلبری کی ماه هی تو
تمنای دل هر شاه هی تو

نهین گوهر ترا الماس دیده
نه تیرا جسم هی محنت کشیده

فلک کی کجروی سی بیخطر هی
جهانکی نیک و بد سی بیخبر هی

فلک کرتا هی پیوسته نیا دور
نهین هرگز زمانی کا هی اک طور

ترهی شادیکی اب هی فکر دن رات
مقرر وقت پر لیکن هی هر بات

یه شهزاده هوا تجهپر جو شیدا
هوس تیری هی دلمین گر هی پیدا

تو رکهه خاطر مین میری یه نصیحت
مبادا هو نه آخر کو فضیحت

اگرچه لاکهه هو وه ناشکیبا
نهین لیکن تجهی یه بات زیبا

که اوسکی خلق مین هو کر کی دلشاد
کری باغ جوانی مفت برباد

مبادا باغ تیرا کر کی تاراج
بنائی اور گل کو سرکا وه تاج

زبانی سبکی اب سنتی یه هین
که اسکی دس هزار ایسی محل هین

که هر اک حسن مین هی غیرت حور
شبستان جنکی طلعت سی هی پر نور

هوا او نهین کسیکا بهی نه پابند
رهیگا تیرا کیونکر آرزومند

تمهارا اسکی عهد نیکنامی
ترا طالب هی وه در گرامی

نهین کچهه همکو اوس سی کمتری هی
که اقبال و حشم مین همسری هی

کرین منظور هم یه بات یکسر
جو سمجهی تجهکو مه اور اونکو اختر

اوسی ثابت قدم جب تک نه پانا
تو مردانه صفت عفت بچانا

هوئی برجا بت شیرین کی تب هوش
هوئی یه پند بانو گوهر گوش

رقیبان مداین کی جو تهی یاد
هوئی مانکی نصیحت سی بهت شاد

تو هفت اورنگ کی سوگند کها کر
کتاب حق کو پهر آگی منگا کر

لگی کهنی رهون گر جان سی مفتون
روان اشک کے بدلی اگر خون

کرینگا عهد واثق گر نه پرویز
کرون اس بات مین اوس سی پرهیز

سنی بانو نی جب شیرین کی سوگند
علاوه اسکی پایا اوسکو خرسند

تو جانا پهر که اب یه ماه پیکر
نه پهیریگی نصیحت سی مری سر

اجازت دی که اب جاهی جهان وه
ملکزادی کی آگی شادمان وه

نگهبانی کو پهر هفتاد دختر
هوئین شیرین کی خدمت مین مقرر

کها رکهنا نه شیرین کو اکیلا
جهان بیٹهی وهان کهنا جهیلا

سحرگه هوگی سب همراه شیرین
فریبا بر مین کر پوشاک رنگین

بعزم صید سب هو کر کی طیار
هوئین مردانه وش گهوڑون پی اسوار

وه سب جرأت مین مثل شیرزاده
هنر مین تهین نه شیره سی زیاده

ہوئین موجود بزم شہ مین اکر
سجا طور اونکی خسرو کی طیار
جو دیکھا شہ نی سیہ شوخ و بیباک
کہا شیرین سے سن ای ماہ تابان
ہوئین شیرین کی جانب سب سمن بو
وہ دونو گوی پر جو تیز رو تھی
ہوئی اس شغل سی فارغ وہ جسدم
وہ صید افگن ہی مین بہر ارام
ہوئی سب گھر کی جانب کو روانہ
وہانسی کی وہی میدانکی تدبیر
نکی صحبت کوئی ایسی گوارا
ولی ملتا نتہا فرصت کا ہنگام
چلی میدانسی شیرین جبکہ اک روز
سحر سی کل جو تمکو بھی ہو منظور
کیا شیرین نی شہ سی وعدہ کل کا
یہ کہتا تہا کہ یارب کب سحر ہو
جو نکلا چرخ پر مہر درخشان
شراب حسن سی ہر ایک سرمست
ہوئی حاضر تمام ارباب عشرت
وہ نادر سبزہ فیروزہ گون تہا
شگفتہ چار سو گلہای لالا
جو دی سنبل نی اپنی زلف کو تاب
جو ہوتی سرو پہ قمری نوا ساز
جھکی پڑتی تہین شاخین بار گل سی
گہری سبزی پہ تہی قطرات شبنم
یہ و معشوق و عاشق و ناشکیبا
کبھی پیتی شراب سرخ و رنگین

کیا مجرا ہر اک نی سر جھکا کر
ہوا اسوار منگوا کر کی رہوار

جانا خسرو شیرین کا جانب میدان اور شغل گوی چوگان

کہ اب آغاز شغل گوی چوگان
طرف شہ کی غلامان پریرو
مہ و خورشید بہی اونکی گرو تھی
لگی پہر سیر میدان کرنی باہم
نمایان ہو گئی آخر کو پہر شام
گئی گھر کو وہ آشوب زمانہ
کیا میدانمین جاکر شغل نخچیر
جو ہوتا حرف مطلب کا اشارا
کہ کرتی تہی توقف وہ دلارام
کہا خسرو نی ای ماہ دل افروز
رہین ہم تم بہی عشرت سی مسرور

ذکر محفل شاہ نامدار کا اور بیان ارمن کی بہار کا

جو کل کا روز عشرت سی بسر ہو
کیا تب شاہ نی محفل کا سامان
ہر اک جانب کہڑی بادہ در دست
عیان ان سبکی چہرہ پر تہی وحشت
کہ گردون جسکی آگی سرنگون تہا
کہ جسکی رنگ کا عالم نرالا
ہوئی سب عنبرین موی دیکہ بیتاب
تو کرتی ہوش ہر عاشق کی پرواز
گلا بلبل کا بہاری شغل رو غل سے
زمرد مین جڑی یاقوت تہی باہم
کہ تہی وہ جا مے گلشن اونکو زیبا
کبھی ہوتی کسی گلشن مین گلچین

ہوئی خسرو کو حیرت اون پہ توبے
ہوا خسرو بہی سوی میدان آتے
ہوا جب گوی بازیکا اونہین میل
ہوئی آغاز و سجا گوی بازی
دوان تہی گوی پیچھے ایک ہی ساتھ
کیا گہوڑونکو وہانسی گرد میدان
ہوا جب شیر مہر چرخ پنہان
سحر کہ سبکی سب وہ مہ تمثال
اسی صورت سی روز و شب نی گیا
وہ شہ رہتا تہا فرصت کا طلبگار
چلی جاتی جو شیرین شام سی گھر
شکار و سیر مین گذری ہی اوقات
کہا شیرین نی شہ سے جب ہین شادان
رہی بس رات بہر اختر شماری
غلامان پری وش جست و چالاک
ہوئی شیرین بہی آکر جلوہ افروز
سوا اسکی وہ میدان طرب خیز
زمین گلزار اور جوش شقایق
بپا ہر سمت سرو جویباری
کسی جانب سی تہی آواز بلبل
ہزاران قمریان سرو لب جو
ہر اک جانب سی تہی آتی مہو میدہ
خزان بہولی سی گر او سجا گذر
خرامان وہ روش تہی اور چمن مین
ہر اک گلشن مین پہرتی دست بر دست

کہ مردونکی طرح ہین طور انکے
گئین ہمرہ وہ آشوب زمانہ
ہنر مین پہلوانی کی ہین چالاک
جدا ہر سمت دونوکی ہوئی خیل
لگی کرنی پریرو ترکتازی
کبھی خسرو کبھی شیرین کے ہاتہ
جرای صید و تیغ نوکی جولان
تو نکلا آہوی ماہ درخشان
پھر آئین خدمت خسرو مین خوشحال
بسر کی شوخی و صحبت شاہ
برآئی تا کہ شیرین سی کوئی کام
بسر تلخی سی ہوتی شہ کی شب بہر
ملی عشرت نہ ہمکو ایک دن رات
وہی منظور ہی ہمکو ہر اک آن
رہا بیکل وہ ہر شب سی زیادہ
ہوئی دلکو نہایت بیقراری
ہوئی اونکو عنایت سرخ پوشاک
لئی ہمراہ گلرویان دلسوز
عجب کہتا تہا رنگ عشرت انگیز
شفق کا رنگ جس سی صاف ہو فق
قد خوبان کو جس سی شرمساری
کسی جانب سی آتی نکہت گل
قلندر کیطرح سب گرم کوکو
زبس بیباک و مست شوخ دیدہ
تو گلچین ہوکی دامن گل سی بہرتی
ہمیشہ دست شیرین دست شہ مین
لب شیرین و پر آبی وہ پیستہ

ہوئی آراستہ مجلس لب رود
لگی آنی صدای بربط و عود

وہ شیریں پان جو شہ کی ہمنفس تھی
طبیعت شاہ کی اوس پر ہوس تھی

لب شیریں کی شیرینی مگر تھی
کہ جس سے خشک لبی بھی شکر تھی

جو دیتی کھول وہ زلف معنبر
وہ سارا دشت ہو جاتا معطر

کبھی گر چاہتی گیسو بنانا
دل صد چاک شہ بنتا تھا شانا

خرامان ناز سے ہوتی وہ خوشخو
تو فرش راہ بنتی چشم خسرو

وہ شیریں بات کرتی تھی جو شب سے
تو بوسی کی ہوس میں جاں تھا لب

محبت میں یکجا دونو باہم
بسر کرتی تھی شادی سے ہر اک دم

باین قربت تھی شہ کو صبوری
کہ دیکھی منزل مقصود کو دوری

شجاعت شہزادہ دلیر کی اور کیفیت شکار شیر کی

کیا خسرو نی عزم صید اک روز
لئی ہمراہ محبوب دل افروز

ملی ایسا جسی محبوب دلخواہ
تماشا ہر جگہ اوسکو تھی ہر گاہ

عجب کچھ خرم و دلکش وہ جا تھی
نہ سوسن کے سوا کوئی گیا تھی

وہ دونو عاشق و معشوق طناز
لگی عشرت وہاں کرنی بصد ناز

لگی پینی شراب سرخ باہم
ہوای شوق میں بیٹھی تھی خرم

کہ اک جانب سی آیا ناگہاں شیر
ہوا ہر ایک اپنی جان سی سیر

ہوا وہ حملہ آور آگی جب دم
ہوئی ہیبت سے ساری لوگ برہم

بہت گو نوکر وہاں سی ہٹ گئے
طرف شہ کی وہ آیا جست کر کی

اگرچہ شاہ تھا مشغول مستی
ولی کی اوسنی کیا چالاک دستی

نہ ہرگز کچھ سلح کا وہاں نشان تھا
کسی کی پاس بھی تیر و کمان تھا

وہ لیکر شہ نی بس اجرا اک تیر
تو کی راہ عدم کی اوسنی تئیں شیر

وہ شیر تند شہ کا تیر کھا کر
گرا جوں گنبد بیجان زمین پر

بحکم شاہ کاٹا اوسکی سر کو
خوشی حاصل ہوئی ہر اک بشر کو

جو دیکھا یہ طریقہ زور شہ کا
لیا شیریں نی بوسہ دست شہ کا

جو چوما دست شہ اوس شکر لب نی
تو اوس مستی میں موقع پا کی شہ نی

لیا بوسہ لب شکر شکن کا
کہ شکر کا مزہ حق ہی دہن کا

یہ اول چاشنی شیریں کی پائی
گیا سب بھول دنیا کی مٹھائی

اوسی لذت سی تھی حاصل ہی چندان
کہ رہتا تھا وہ ہر دم سرخ و خندان

نگہبانونکی ڈر سی شہ تھا مجبور
مگر پاتا کبھی اونکو جو کچھ دور

لب شیریں سی کرتا نوش دارو
کبھی پہلو سی کرتا گرم پہلو

کبھی پستان شیریں پر نظر تھی
نظر دزدی پہ اوسکو بسقدر تھی

کہ جون گلشن میں کوئی دزد جائے
سجا کر آنکھ اک پھل توڑ کھائے

وہ خسرو تھا تو بیشک شاہ پر زور
بنا تھا گنج شیریں کا مگر چور

کبھی تھا جو شہ مستی سی بیہوش
تو ہوتا اوس پری وش سی ہم آغوش

کنارہ و بوس ہی رہتا فقط شاد
نکرتا حرف مطلب کو کبھی یاد

صفت شب مہتاب اور خسرو کا بیان اضطراب

جو نکلا ایک شب ماہ دل افروز
ہوئی شب روشنی میں غیرت روز

فروزاں نور ماہ چاردہ شب
زمین جس سی عنبر افشان ہوئی سب

بہر جانب یہ رنگ ماہ چھایا
بساط نور کو گویا بچھایا

بچھا تھا واں پہ فرش سنگ مرمر
سراسر چاندنی سی تھا منور

نکوئی فرش تھا اوس سے جو صافی
وہی اک چاندنی اوسپر تھی کافی

نہ تاریکی کا اوس شب میں نشان تھا
اگر تھا زلف شیریں پر گمان تھا

زمرد گون جو تھی اوراق اشجار
ہوئی الماس کی پتی وہ یکبار

گمان روز کر مرغان گلشن
ہر اک جانب سی تھی چھیڑتی نوا زن

وہ ٹھنڈی معتدل باد معنبر
چلی آتی تھی ہر جانب سے ونہر

یہ تھی تاثیر حاصل اوس ہوا کو
کہ جس سی پیر کا بھی آ جائے جو

جو ہر جانب سی آتی نکہت گل
تو یاد آتا تھا اوس دم ساغر مل

چلی اس طور جب باد بہاری
ہو عاشق کو کیونکر بیقراری

غرض شیریں و خسرو تھا یہ ہمراہ
جو تھی رونق فراش خور و ماہ

کہا شہ نی کہ ای ماہ دل آرا
وہ شیدا کس طرح ہووی شکیبا

میسر جسکو ایسی رات ہووے
مگر مطلب کی پھر بات تھی نہ ہووے

عجب صاحب مروت وال خامیان
کہ ظاہر میں نہیں یکجا پہ جدا ہیں

نہیں قائم یہ کچھ حسن و جوانی
کسی ہی یہاں بقا ہی چار دن کی

نہیں ہرگز چمن کو پایداری
نہیں ہر دم روان باد بہاری

منور سیہ جو شب ہی ای شکرلب
نہیں ہوتی ہی روشن ایسی شب

مناسب ہی کہ انسان وقت پاکی
نچہوڑی اپنی دل کی مدعا سی

ہوئی باتون سی شہ کی وہ پری صید
کیا پر دیو حرص و آز کو قید

خرامان تہی اسی ناز و ادا مین
گئی دونون وہ پہر عشرت سرا مین

اودہر وہ تخت پر معشوق طناز
بنین دسن نار پستان اوسکی دمساز

وہ ساری رات عشرت سی بسر کی
نیاز و ناز سی ہنستہ سحر کی

گئی غنچہ دہن وہانسی جو پہر گہر
گذارا ایکلی سی شہ نی دن بہر

تپان ماہ پیکر با صد آئین
بناز و غمزہ پیش شاہ آئین

دل شہ عشق سی تہا بسکہ پر جوش
خیال وصل مین گویا تہا مدہوش

کنایہ سی کہا جو مطلب دل
اشارہ سی جواب اوسکا تہا حاصل

حلاوت کی جو باتین تہین بہ از قند
رہی دونو کی لب باہمدگر بند

حرارت عشق کی ہوتی انہین جب
تو پوشیدہ وہ پیتی شربت لب

نہ ہرگز وقت فرصت ہاتھ آیا
نہ ہرگز گوہر مقصد کو پایا

فلک پر آج ہی یہ ماہ کامل
زوال اب کل سی ہوگا اسکو حاصل

لگین وہ تشنہ لب جا جا کی روکی
لب دریا جو پانی کوئی روکی

کہ دلمین اوسکی تہا ناموس کا پاس
وہ رو رکی تہی طبیعت کو بصد یاس

ادہر شہ تخت پر تہا خرم و خوش
کہڑی آگی غلامان پری وش

رہین یون گرد شیرین سب وہ عیار
خزانی کی نگہبان جیسی ہون مار

شگفتہ ہو گیا جسدم گل خور
چلا ہر ایک مہ رو وہانسی لشکر

اوٹہایا خور نی جسدم فرش انور
بچہایا چاندنی کا مہ نی بستر

ہوا پہر شغل مئ اون مین آغاز
جلو ریز اونین شیرین تہی بصد ناز

ہوا مستور حجب مئ کی اثر سی
تو دیکہا بت کو اک میٹہی نظر سی

ہوئین یون دونو کی ہمگفتار آنکہین
وکیل ان دونو کی تہین وہ چار آنکہین

رہی عشرت گزین باہم وہ دو یار
بہت اتین اسیصورت سی بیدار

کبہی مائل وہ چنگ و رود پر تہی
خرامان گہ لب شہرود پر تہی

وہ شہ ماہی صفت تہا مضطر
کہ آئی جال مین وہ ماہ کیونکر

اسیصورت بعیش و کامرانی
بسر کرتی وہ ایام جوانی

خسرو کا سوال بخواہش وصال

پلا ساقی مئ نوشین کا اک جام
کہ دل ہی اب سر اطراب کام

ہوئی مہتاب سی اک شب جو پر نور
تجلی سی شجر تہی شجرۂ طور

نگہبانین جو تہین شیرین کی ہمراہ
وہ اوس شب خوب تہین سب دلخواہ

کہا لیکر کی بوسہ ای مری جان
اوٹہاؤن کب تلک مین درد ہجران

پلا دی گر زلال کامرانی
تو حاصل ہو دوبارہ زندگانی

نئی یہہ رسم مہمانی ادا ہی
کہ خوان آگی ہی بہو کہا مرا ہی

میسر وقت ہی بی دخل اغیار
نہین لازم تجہی اسوقت انکار

تجہی مدت سی میری جستجو تہی
مجہی تیری تلاش ایما ہر وقت تہی

اگر حاصل نہ پہر ہی کام دل ہو
میسر کسطرح آرام دل ہو

تری پاپوش پہ ای بت ہی مرا سر
کچہہ پہر خدا اب سرکشی کر

کہان ہوتی ہی یہہ صحبت میسر
جو ہم پہلو ہو ہر دم اپنا دلبر

پیاپی سب گئے تہی مئ نوش
ہر اک کی سر مین تہا خواب کا جوش

جو پائی اوسگہڑی خسرو نی یہہ گہات
تو شیرین کی گلی مین ڈالکر ہات

جو ہاتہہ آیا ہی وقت عشرت انگیز
نہین معلوم کیون تجہکو ہی پرہیز

اگر ہی وصل تیرا آب کوثر
تو کر مجہہ تشنہ فرقت کی لب تر

تساہل مین تجہی گذری بہت دن
کسیصورت نہین ہی صبر ممکن

موافق ہو دی جب تجہسا دلارام
تعجب ہی جو عاشق کا نہ ہو کام

اوٹہا کر رنج و غم دو نا شکیبا
ہوئی بخت ہمایون سی جو یکجا

نہ تنہائی میسر ہوگی ہر دم
نکر اسجان یہ وقت عیش برہم

یہ کہکر ہاتھ پکڑا اوس پری کا
پری نی پر کیا اوس شہ سی حیلا

بہت شیرین نی بہی کرکی شکرخند
دیا پاسخ بہ از شیرینی قند

شیرین کی عذرخواہی اور عصمت پناہی

کہ ای سلطان اقلیم عزیزی
زلیخا گر بنی ہی تیری کنیزی

مین اک قطرہ تو اک عمان زخار
بہلا دریا کو کیا قطرہ سی ہی کار

سپہر حسن کا تو مہر انور
مین اک ذرہ سی ہی ناچیز و کمتر

شہنشہ کی کنیزین مجہسی وہ چند
کہ رخسار اونکی رشک گل ہین اب قند

جمال و خوبروئی اور نپٹ پس ہی
جو کی تحصیل مقصد میں شتابی
نہیں زیبا ہی ایسی بات شہ کو
ادہر خسرو ہوا بی صبر و شیدا
نیا غمزہ دکہاتی تہی وہ ہر دم
جو دیکہی شہ نی اوسکی حیلہ جوئی
لگا کہنی کہ سن اے ماہ تابان
پیی گر شوق سی مَی کی دو اک جام
پہنسایا دام میں گر مرغ دانا
رہوں خاموش مثل شمع کب تک
رہی گردن پہ تیری خون میرا
میسر گرچہ ہیں صدہا پری رو
نہیں فرقت سی تاب اب میں جان ہی
نیاز عاشقی سارا ہی بیکار
میسر آج یہہ صحبت ہی ہمکو
لگی کہنی شکر لب اے جہاندار
پسند حق ہوا ہی عشق صادق
تعشق میں تو ہی مجہکو بہی کاوش
نہ شایان سلاطین رسم بد ہی
کبہی ہووی جو مجہسی ایسا بد کام
حصول کام سی تو ہووی دلشاد
کنار و بوس کی لذت سراسر
کری انسی تو اپنی دلکو مسرور
مناسب ہی یہہ تجہکو روز کی چند
نہیں ہی اب کسی مطلب میں جستی
کہا خسرو نی یہہ بات ہی ہی خام
ترستی عشق سی ہوں میں نیم بسمل

ہماری خواستگاری کیوں ہوئی ہی
تو ہوگی واسطی میری خرابی
جو نزدیک طریقت ناروا ہی
ادودہر سی اک نیا حیلہ تہا پیدا

دوبارہ سوال شاہ نامدار با کمال انکسار

ادہر نرمی ودہر کی سخت روئی
بہت بند ہوئی ہیں تیری سلطان
خوشی سی پہر نکالی تو مرا کام
تو کیوں دیتی نہیں ہی آب دو نا
کہ دو دو دل مرا پہونچا ہی لب تک
نہ چہوٹی حشر تک دامن وہ تیرا
کوئی بہاتی نہیں دلکو مگر تو
خدا جانی کہ کیوں تو بدگمان ہی
نہ ہو معشوق جب عاشق کا غمخوار
خدا جانی کہ کل ہو یا نہ ہو پہر

شیرین کا انکار بصد حیلہ و تکرار

خلاف اوسکی کری جو ہی وہ بی باک
نہیں دلکو کچہہ لذت کی خواہش
عبث اس بات میں اے شہ کو کد ہی
تو خاص و عام میں ہو جاؤں بدنام
ہماری آبرو ہو مفت برباد
بخوبی مجہسی ہی تجہکو میسر
مگر اس بات سی کہہ مجہکو معذور
کہ کہاتی عارض و لب کا تو گلقند

سہ بارہ سوال شاہ بجمال مستی از راہ بر دستی

نہیں ہی تیری کسی تدبیر سی آرام
نہیں قائم ہی سینی میں مرا دل

رہی ہاں میں میں گر الفت پاک
نہیں اس بات میں عجلت ہی کا
خدا کا دل میں شہ کو خوف ہی ہی
جو دیکہی شہ کی اوسنی گرمجوشی

یہ جانا کیا نگہبانو نکی تقصیر
نہیں یہہ طرز مئی نوشی ہی خوشتر
کسی نی اہر کو دی پند طریقت
شراب ہجر سی ہی جان لب پر
جو پروانہ صفت ہوں دونگا میں جان
کری گر قتل مجہکو ہی سزاوار
جو ہوتا بوسہ اتجہکو دکہا دوں
اگر ہی رنج ہجر آب گل عشق
وطن سی میں یہاں رہتا ہوں مغموم
مگر پہر خدا اب کچہہ بہی تہا خیر

نہ پہیلا ہر گہڑی دست تطاول
محبت ہوگی کیا ثابت اسی میں
جو برگشتہ ہوں رسم خاندان سی
جو ہو ناموس کی بی انتظامی
بچایا ہی جو میں شیشہ ننگ
علاوہ اسکی گر دلمیں ہوس ہی
تب فرقت سی گر سینہ ہی سوزان
رہی صابر اگرچہ ہی تو اسپر

لگا کہنی کہ سن اے ماہ تابان
مسیحا ہاں دور کر آزردگی کو

اوڑا اسکا نہیں کوئی بہی خاک پر
کہ رکہتی ہوں نہیں اسمیں چند اسرار
بہلا گذری ہی ایسی فرقت میں دن کی
تو بس کرنی لگی وہ چشم پوشی
کبہی ہنستی کبہی ہوتی تہی برہم
کہ خود اسمیں یہ بیت کرتی تہی تاخیر
کہ ہو تم میں مست و تو ہشیار یکسر
نہیں ہی عشق پابند طریقت
شراب وصل سی گر لب ہی تر
تو پہر تو شمع سان ہووی گی گریان
غضب اسوقت پر تیرا ہی انکار
کہ تیری عشق میں دل ہوگیا چور
مگر ہی وصل جانان حاصل عشق
نہیں لازم کری مجہکو تو محروم
کہ ہی عاشق ترا اس بار رود لگیر
نہیں لازم ہی تجہکو ایسی تکرار
مگر ہاں حرام اب تو تناول
یہ بدرسمی نہیں یہاں ہر کسی میں
اوٹہاؤں پہر عقوبت لاکہہ جانسی
بزرگوں کی ہی ضائع نیکنامی
نہیں لازم کہ ماری شیشہ پر سنگ
تو یہہ پیوند کا جلسہ منغص ہی
عبث ہوتا ہی پہر حلوی کا خواہان
تو پہر ہو وصل کا حلوا میسر
جو دیر آئی اوسکا ہی درستی
رہی دائم ترا اللہ نگہبان
مٹا عاشق کی اب افسردگی کو

امید وصل مین آیا مین یہان تک
مجھی ہی درد ہجران کی شکایت
ملامت کا نکچھہ عاشق کو ہی ڈر
کوئی خواہش جو رکہتا ہو کسیکی
ہزاران ماہرویان سیمبر
مگر اب ہی نہین کچھہ کم تجھکو
یہ کہکر جذبۂ دل سی ہو مضطر
ہت شیرین نی لیکن اوسکو طور
یہ مستی دیکہکر پہر تو وہ دلبر
نہین لائق تہی تجھکو ایسی تکرار
ندی ہاتہو نسی مطلق رسم ایمان
کہ اوسکا دل کسی لبریز آئی
پدر کی مملکت آئی تری ہات
دیا حق نی تجھی بہی زور بازو
جو پہلی بخت و دولت آزماتو
نہین اس بات مین بہتر ہی کرمی
بتاتی ہون طریق خیر خواہی
سنی یہہ گفتگو خسرو نی جسدم
ہوئی گفتار شیرین اوسکو اکسیر
کہ ای شیرین بت معشوق دلکش
تری صحبت کو پر سمجہا تہا مشکل
کرون ہمیشہ امین گہو نکو جولان
مگر یہہ ہمت مردانہ میری
کرون اب جاکی مین دشمن سی پیکار
اور اب منظور ہی تجھکو جدائی
چلا شیرین سی وہ دلخستہ ہو کر
یہہ شاہ روم نی پائی خبر جب

مگر تجھسی نہ ہرگز یہہ گمان تہا
عبث ہی عشق صادق کی ہدایت
سمجہتا ہی وہ بدنامی نکو تر
وہ صابر کب ہو صورت سی شجر کی
یہ ظاہر ہی کہ ہین مجھکو میسر
چھڑائی درد ہجر انسی جو مجھکو
کیا اوس بت کو اوسنی تنگ دربر

شیرین کا جواب ازراہ عتاب

لگی یون کہنی بس آشفتہ ہو کر
ہوئی گستاخ آخر یہہ پرستار
نرہ دنرات اس لذت کا خواہان
تو اپنا تخت و افسر بہول جاکی
پڑہی اورونکی ہاتہو نمین وہ ہیہات
نکیون پہر ملک پر کرتا ہی قابو
سمجہہ ہر دم تو اپنا جیپہ قابو
کہ واجب ہی ہراک سختی کو نرمی
تجھی حاصل ہو جسمین تیری شاہی

خسرو کا روم مین جانا اور دختر قیصر کو نکاح مین لانا

تمک سی بہی زیادہ رحم دلبر
خدا رکہی ہمیشہ تجھکو [illegible]
رہا ہر دم امین بس مرا دل
زمین پر گر پڑی گردون گردان
رہی ای شمع رہ پروانہ تیری
نہ بہولونگا نصیحت تیری نہاں
رہون کیونکر کہ اب رخصت ہی پالی
لیا بس روم کا رستہ سبکتر
کہ آیا خسرو پرویز ادہر اب

کیا تہا عشق ہی نی زار و خستہ
جہان کچھہ عشق کا ہو کارگر ہی
کری عاشق جو کچھہ بہی خوف نامو
جو مستسقی کی ہو ہی جان لب پر
تری الفت مین اپنی سلطنت کو
روان گرچہ دینہ ہون کر لاکہہ خنجر
کری آہو پہ حملہ جسطرح شیر
کہ سن اے ہی خسرو سرمست بادہ
زبردستی و شہ زوری سی باز آ
جو کوئی صاحب تاج و علم ہو
نہو تا عشق مین غافل جو یون تو
عدو کا گہر پہ تیری دسترس ہی
عبث یہہ حملہ شیرین ہی پہ تجھہ پر
مایگی سلطنت گر تیری تجھکو
رہی گر سر ترا اسنود سی معمور
جو ہوگا کچھہ دمین ہی کر دنگی
منگا کر اوسکو ہی وہ آشفتہ دیدہ
سمجہہ اتنا نہ غافل مجھکو بنہار
دیا حق نی وگرنہ ایسا تہا بل
کرون گر مین علم تیغ دو دم کو
نہ لائی اب مری اقلیم تونی
تری الفت نی آوارہ کیا تہا
ہوا بعد اوسکی گہوڑی پرہ آ
نگہ تہا خوف بد اران ہر ام
منگا کر اوسنی بہی اوسکہ سی فال

کیا تو نی بہی آخر دل شکستہ
وہان کیا رسم و آئین پہ نظر ہی
یقین ہی صاف مقصد سی نابو ہو
کری پرہیز پانی سی وہ کیونکر
رہا ہون چہوڑ کر بندہ ترا ہو
نہین ممکن کہ پہیرون تجھسی مین سر
بزور اوسکو کیا چاہی تہا وہ زیر
بچایا آپ کو اوس سی بہ طور
عبث کرتا ہی کد حد سی زیادہ
سمجھ ہلکہ پاپٹھہ میرا مونہہ نہ کہلوا
نہین زنہار یہہ لازم ہی اوسکو
تو کیون ترکی دکہاتا ایک ہندو
تو یہان غفلت مین پابند ہوس ہی
کہ خود عاشق ہو نہین جانتی تجھپر
نہین ممکن کہ پہر پاپی نہ تجھکو
مبادا تو رہی شاہی سی بہرہ ور
نہین تو یہان عاکر تی رہونگی
ہوا بس آتش غیرت سی برہم
اوٹہا یہہ کہکی وہانسی شاہ پرویز
نہین کچھہ دفع دشمن کا ہو شعار
سمجہتا ہون بداندیشونکو کیا مین
تو یہہ جان عدو راہی عدم کو
جو کی مردانگی تعلیم تونی
مجھی مجبور و بیچارہ کیا تہا
ندیکہا اوسنی پیچھی پہر کی تنہا
نہ لیتا تہا کہین اکدم ہی آرام
ہوا اوس فال سی معلوم یہہ حال

کہ اوسکا بخت و دولت ہمایون ہی
خلاف اوسکی کریگا تو زبون ہی
جو پہر دیکھا جمال حسن خسرو
خوشی حاصل ہوئی قیصر کی اوسکو

سپرد اوسکی کیا گنجینہ زر
اور اک دی اپنی دختر پاک گوہر
کہ مریم نام رکہتی تہی پریزاد
جبین تہی رشک مہ قد رشک شمشاد

رہا صحبت مین خسرو اوسکی شادان
ہوا قیصر سی پہر لشکر کا خواہان
کیا ہمراہ قیصر نی وہ لشکر
گرانی تہی زمین کو جس سی یکسر

زر و گوہر خزانی کی سبہی انبار
تحائف ہر طرح کی کرکی طیار
کیا خسرو کو پہر با صد محبت
دعائی خیر کرکی اوسنی رخصت

چلا خسرو وہان سی ہوکی خوشحال
لگا تائید کرنی بخت و اقبال

خسرو کا بہرام کو شکست دینا اور ملک چھین لینا

ہوا ایلغار لشکر کا ہمایون
کیا بہرام پر جا کر شبخون
چلا لشکر وہ بہرام جہانگیر
برنگ شیر بہر خون نخچیر

مگر اقبال جس سی مونہہ پہرائے
دلیری اوسکی پہر کیا کام آئے
ہوئی دو لشکرونکی جب چڑہائی
تو صدمی سی زمین جگہہ مین آئی

جوان ثابت قدم جو سر بکف تہی
بہر سو ایستادہ صف بصف تہی
مبارز کی اونہین تہی خوش اشتکاری
وہ رزم اونکو تہی اک فصل بہاری

مثال رعد تہا شور جوانان
بسان برق تہی ہر تیغ لمعان
ترشح کی جگہہ تہی بارش تیر
روان تہا آب خون زخم شمشیر

پڑی تہی ہر چارسو گلگون کفن تہی
شگفتہ لالہ و گل کی چمن تہی
نشان خنجرہا و تیر باران
بہم تہی صورت شاخ درختان

بجای گل تو گلہای سپر تہی
وہان پر چہکی پہل تازہ ثمر تہی
صداہای تبرکی بہی ہر اک جا
نوای بلبل گلشن تہی گویا

پیاپی توپ کی چلتی تہی گولی
کہ پڑتی کشت ہستی پر تہی اولی
بہت وہان خونکی چشمی روان تہی
حباب آسا ہزارون سر عیان تہی

ہر اک شمشیر تہی ماہی خود کام
بنی ہر اک زرہ اوسکی لیئی دام
شراب خشم سی خسرو تہا سرمست
سوار پیل مست و نیزہ در دست

سر ابر سیہ ہر سو دوان تہا
روانہ خنجر اوسکا برق سا تہا
بزرگ امید سی خسرو کی تہا ساتہہ
کہ اصطرلاب فتح اوسکی تہا ہاتہہ

اوسی تہی جستجوئی ساعت نیک
تو ساعت نیک ہاتہہ اوسکی لگی ایک
لگا کہنی کہ ای سرتاج شاہان
جو ہی فتح و ظفر کا اپنی خواہان

اگر اسوقت حملہ کر تو یکبار
خدا کا فضل ہو تیرا مددگار
یہ سنتی ہی خدا کا نام لیکر
وہ خسرو جا پڑا دشمن کی اوپر

جو مارا جاکی اک گرز گرانبار
گرا ہاتہی سی وہ دشمن نگونسار
خزان دیدہ ہوا گلزار بہرام
ہوا لشکر ہوا آسا سبک گام

ہوا بوم اجل سر پر نوازن
جلا برق بداقبالی سی خرمن
اجل کی باد صرصر تہی سبک گام
گری جس سی ہزارون نخل اجسام

جگر تفتہ ہوا دن شومیون کا
ہوا فیروز طالع رومیون کا
برنگ شاخ فصل برگ ریزان
ہوا بہرام بیابان گریزان

نہ دیکہی رزمگہ مین کامیابی
تو بہاگا چین کو با صد خرابی
بدونی نیک ہرگز نکچہہ کام
بدی سی آدمی کا بد ہی انجام

برائی حاصل حرص و ہوس ہی
ہوس بد ہی یہی گفتار بس ہی
ہوا خسرو سی برگشتہ جو بہرام
تو آخر یون ہوا اوسکا بد انجام

پلا ساقی می گلگون کا ساغر
موافق اب ہوئی دولت ہی اکبر

جلوس خسرو نامدار کا اور عجز حاکمان بگرداگرد کا

ہوا بہرام پر خسرو جو فیروز
دل محنت زدہ تہا عشرت اندوز
موافق حسب مطلب بخت ہمایون
ہوا وہ زینت تخت ہمایون

بنا بگڑا ہوا شاہی کا سب کام
میان شرق و غرب اوسکا ہوا نام
ہوئی حاضر سران ملک یکسر
کہ پہیرا تہا جنہون نی شاہ سی سر

جہکائی طوق بدنامی سی سر کو
کئی خم بار غیرت سی کمر کو
مگر شہ نی خصومت کچھہ نہ مانی
عطا کی اور اونکو ملک رانی

لگی بجنی دمادم شادیانی
لگی صد آفرین کی بانگ آنی
ہوئی حاصل بعیش و کامرانی
رعیت کو دوبارہ زندگانی

نہ تہا شہ کو غم شیرین فراموش
مگر چسپان تہی لب رہتا تہا خاموش
نکرتا تہا کبہی ظاہر وہ کچھہ غم
رہا مصروف دلداری مریم

وہ نسل عیسوی سے رشک مہ تھی ‏ بڑی خسرو کی اوس سے پایگہ تھی
بظاہر گرچہ مصروف طرب تھا ‏ بباطن پر وہی رنج و تعب تھا
نلیتا تھا اگرچہ نام شیرین ‏ مگر تھی تشنگی جام شیرین
کبھی مریم سی وہ لذت اوٹھاتا ‏ کبھی شیرین کی غم مین پیچ کھاتا
کبھی ویسی یہ اوسکی گفتگو تھی ‏ کہ ای دیوانہ یہہ کیا آرزو تھی
جو عشرت چاہی حاصل ہی شاہی ‏ تعشق مین سراسر ہی تباہی
نشان عیش ہی شاہی کا انجام ‏ پریشانی ہی ہی وہی عشق مین نام
ہوا ہی تو عبث دونوکا خواہان ‏ نہین ممکن کہ ہوون دو چیز سامان
بزرگون کی مگر یہہ بادشاہی ‏ بہت کچھہ گشت و خونسی ہاتہ آئی
جو یہہ پیرین دولت و اقبال سی سر ‏ پسند حق بہلا ہو دیگا کیونکر
دوم ہی خوف نفرین خلایق ‏ کرون حاصل مین تحسین خلایق
اگر دلدار کا خواہان ہی ای دل ‏ تو تیغ ہجر سی رہ نیم بسمل
کسی دن ہو میسر مرہم وصل ‏ یہ زخم ہجر اچھا ہو دم وصل
اسی صورت سی سمجھاتا تھا دلکو ‏ رہا مصروف شاہی شاہ خسرو
بظاہر شاد تھا وہ رشک شمشاد ‏ ولی باطن مین تھا ناشاد سی آزاد

شیرین کی زاری اور ہجر خسرو مین بیقراری

کہان ایسا قرار راحت سان ہی ‏ غم ہجر انسی اب دل نیم جان ہی
عجب کچھہ عشق کا ہی کارخانہ ‏ کہ یہہ بھی اپنی فن کا ہی یگانہ
دکھایا اسنی پہر شیرین کی دلکو ‏ چہوڑایا اوس سے قرب شاہ خسرو
نہین خسرو گیا رنجیدہ ہو کر ‏ گیا اوسکا تھا گویا صبر یکسر
غم دوری سی پہونچا دلکو آزار ‏ شب روشن تہی آنکہو مین شب تار
خورش کی جا تو اک غمخوارگی تھی ‏ اوسی سیر چمن آوارگی تھی
بجاے مے تھا خون دل کا پینا ‏ سدا کرتی تہی نالی مثل مینا
وفور گریہ سی شوخی دیدہ ‏ رمیدہ شکل آہوی رمیدہ
کہا گہر بیٹہی یہہ دولت لگی ہات ‏ نسمجھی قدر اوسکی مینی ہیہات
نکرتی مین جو اوس سے ایسی تکرار ‏ تب فرقت سی کیون ہوتی مین بیمار
غم دوری کا اب چارہ نہین ہی ‏ صبوری کی سوا یارا نہین ہی
کبھی چاہی تہی پیچھی اوسکی جانا ‏ ولی یہہ بھی مناسب پھر جانا
اوٹھی وہ ہانسی وہ آخر شکستہ ‏ گئی خدمت مین بانو کی دست بستہ
رخ روشن سی غم تھا آشکارا ‏ کہا خسرو کا اوسنی حال سارا
جو پایا بانو نی اوسکو غم مین پابند ‏ تو مہر مادری سی سی ہی اوس پیوند
کہ ای آرام جان نور دیدہ ‏ عبث ہی درد دل سی غم رسیدہ
گذر جائینگی جب ایام ہجران ‏ تو ہوگی وصل سی خسرو کی شادان
وہ کب ہی عشق مین تو ہی شکیبا ‏ تلاش اوسکی نہین تجھکو ہی زیبا
نہ رسم عاشقی ہاتھو سی دیگا ‏ محبت ہی تو پہر بھی آملیگا
مہین بانو کی سمجھانی سی ناکام ‏ رہی چندی شکیبا وہ دلارام
اوٹھایا دل پہ اپنی درد دوری ‏ صبوری کو وہ پھر سمجھی ضروری

مہین بانو کا مرنا اور شیرین کو وصیت کرنا

مہین بانو کو پیری نی ستایا ‏ تو جانا وقت اب نزدیک آیا
بت شیرین کو پاس اپنی بلاکر ‏ حوالہ کنجیان کین سب منگا کر
کہا ای باعث تقویت دل ‏ ترا ہو فضل حق ہمیشہ شامل
نہین اسلطنت سی مجھکو کچھہ کام ‏ کہ میری عمر کا لبریز ہی جام
مبارک ہو تجھی اب تخت شاہی ‏ نہ لانا عشق سی اوس پر تباہی
نہ دینا ہاتہہ سی رسم عدالت ‏ نہ چلنا بہولکر راہ ضلالت
نہین ملک جہانکو پایداری ‏ گذر جاتی ہی اکدن شہریاری
نرہ تو سخت ہجرانسی پر غم ‏ کہ ہین دنیا مین رنج و عیش باہم
کبھی ہی رنج و غم سی اضطرابی ‏ کبھی عیش و طرب سی کامیابی
صبوری سی جو کوئی مونہہ چرائی ‏ نہین ممکن کہ پہر مقصد کو پائی
اگر مقصد کا نیک انجام ہوگا ‏ تو مشہور تو نہین تیرا نام ہوگا
گلی سی اپنی شیرین کو لگاکی ‏ وہ سمجھاتی رہی آنسو بہاکی
ہوئی کچہہ دن کی بعد آخر وہ بیمار ‏ ہوئی جان بر اجل سی پہر نہ زنہار
کسیکو بھی نہین ہر گز بقا ہی ‏ کہ باقی اک وہی نام خدا ہی
یہ لکھتا ہی وہ راوی خردمند ‏ مہین بانو کی جب آنکھین ہوئین بند

شیرین کا جدائی سی گھبرانا اور مداین مین آنا

تو پھر وہ سلطنت شیرین نے پائی
لگی کرنے وہ بت کشور خدائی

رعیت کو عدالت سے کیا شاد
نئی اگلی کئی شہر اوسنے آباد

یہ کی داد و دہش اپنی شب و روز
کہ تھی مظلوم و بیکس راحت اندوز

نہ دی ہاتھو سے رسم و دین شاہی
ہوا عالم مین اوسکا نام شاہی

رہی مصروف شاہی تا بیک سال
وہ دلبر تخت پر با جاہ و اقبال

ولیکن عشق کب تک تھا ہی صابر
دل عشاق پر رہتا ہے جابر

غرض پھر سر میں یاد عشق نے جوش
کرے کب تک کہ تھی آتش کو خس پوش

اگرچہ دولت شاہی تھی حاصل
ولے ہرگز نہ تھی اوس پر وہ مائل

نہ خسرو کی جدا اوس گل کو خبر تھی
تو پھر مانند شبنم دیدہ تر تھی

سنا جسدم کہ وہ شاہ جوان بخت
ہوا رونق فزائے افسر و تخت

ہوئی مسرور اوسکی جان غمناک
بجا لائی وہ شکر ایزد پاک

دلے مریم سے وہ بت تنگدل تھی
کہ مریم بھی حسد مین سنگدل تھی

یہ اوسکی دل کو اک تازہ ہوا درد
لگی حسرت سے آہین کھینچنے سرد

ہزارون صدمہ غم دل پہ سہتی
کبھی پھر یون دل غمگین سے کہتی

کہ اب تک سلطنت مین تھی یہ ہشیار
نہین پہونچا کسیکو مجھسے آزار

کیا اب عشق نے دلکو مرے رام
مبادا کار شاہی مین ہو ناکام

یہ بہتر ہے نہ لون اب نام شاہی
شہنشہ ہو رہے گی سے کام شاہی

کیا تجویز اک سردار عالی
کیا اوس سلطنت کا اوسکو والی

ہوئی پھر جذبہ دل سے جو مضطر
طلب کر اپنے گلگون سبک پے

کہلی بھیجا اسی اے بصد جاہ
اوسی قصر بلا کی اوسنے لی راہ

ہوئی رونق فزائے قصر مشکین
ہوا آتشکدہ اوس بت سے تنگین

فروغ حسن اوسکی سنگ سوزان
ہوئی الماس کی صورت فروزان

سنا خسرو نے اب آیا ہے پھر یار
شجر امید کا لایا ہے پھر بار

دلے تھا خوف مریم سے ہراسان
کہ مریم اوسکی تھی ہر دم نگہبان

نہ شیرین کی بلانے کی اجازت
نہ ویران جا بنکی بلتی اوسکا قصر

فقط پیغام بر رکہتا صبوری
رہی قربت مین بھی غمہائے دوری

بہرام کی مرنیکی خبر اور خسرو کا بیان معرفت آور سوز جگر

اوٹھا اکدن جو خسرو بامدادان
تو بیٹھا تخت پر مسرور و شادان

مزین سر پہ خسرو کی وہ افسر
کہ کرتی تھی سہ خورشید رشک جسپر

غلامان و خدم جو تھی پرستار
کھڑی تھی خاموش مثل نقش دیوار

میسر شہ کو وہ جاہ و حشم تھا
کہ اپنی عہد کا کاوس و جم تھا

کسیکو بھی نہ تھا اوس عہد مین غم
گذرتی تھی بغیر عشرت کی پیہم

ہوئی تھی کیقلم بیداد معدوم
جو تھی ظالم ہوئی مانند مظلوم

جو رکہتی سر کو تھی نخوت سے پرجوش
کیا خسرو کا حکم آویزۂ گوش

سران ہفت کشور صاحب جاہ
ہوئی تھی جان و دل سے بندۂ شاہ

وہ سب حاضر تھی اوسدم بہر تعظیم
کھڑی تھی با ادب اپنی جگہ مین

کہ آیا شہ کی آگے ایک دربان
کیا یون عرض اوسنے کی شتابان

کہ اے شاہ جوان دولت جہان سال
رہی دایم مدد پر تیری اقبال

عدو ہی شہ جو تھا بہرام چوبین
نصیب اوسکے ہوئی اب گور سنگین

تری شاہی کا اوسکی سر میں تھا شور
خرابی سے ہوا آخر وہ درگور

ہوا سنتی ہی شہ کی دلمین اک درد
کہا اک آہ دلسی کھینچکر سرد

نہین مرگ عدو سی شادمانی
کسی نے پائی یہان حیات جاودانی

یہی دایم ہے رسم چرخ دوار
کسیکا یہ نہین پیوستہ غمخوار

بتاتی ہے کسیکو راہ شادی
دکھائی گاہ دشت نامرادی

بٹھائے گہ کسیکو بر سر تخت
کسیکو گاہ برگشتہ کرے بخت

عبث دنیا کا ہو انسان طالب
عبث ہے دل پہ رکھنا حرص غالب

خدا کی یاد رکھی وہ بپا کی
نہ رہنی کچھ بجز ملبوس خاکی

کہان بہرام اور اوسکی دلیری
کہ میدان مین کیا کرتا تھا شیری

پڑا جب سامنا شیر اجل سے
بنا کچھ بھی نہ پہر دست عمل سے

یہ قصر سلطنت آخر فنا ہے
بجز نام خدا کسکو بقا ہے

ہوئی سردار سب یہ سنکی گریان
ہوئی خلاق خسرو کی ثنا خوان

اسے جیتے تھے خسرو تا بسہ روز
رہا بہرام کی غم مین جگر سوز

غرض تا روز چہارم جبکہ آیا
بسالا غم کو سینے سے اوٹھایا

گئی آواز شاہی تا ثریا
ہوا اسا اوان عشرت پھر مہیا

سحر کی وقت وه شاه جوان بخت
هوا جب مست می سی شاه خسرو
هوا حاضر وهی مطرب خوش آهنگ
وه طنبوره کو جب کهتا تها کا ندهی
نهین وه چهیڑتا تها ساز کا تار
وه بزم شاه تهی از بسکه گلشن
یه عالم کر دیا تها اوسکی دهن نی
جو گایا نغمه سازنگ چهایا
یه عالم کر دیا غار کی گت پر
هوئی خوبی سی اوسکی رست اهر تان
جو تهی مطرب خراسانی حجازی
خیال او ر ٹپه ورد هرپد ترانه
یه هر پرده مین مطرب کی ادا تهی
دیا هر واه پر اک کیسه زر
اوٹها محفل سی خسرو چشم پرنم
سنا تو نی بهی هی شیرین کا احوال
هوئی میری محبت مین وه بدنام
جو هو تیری اجازت تو هانهین جاوین
که شیرین خلق هی از بس وه دلبر
جو بولون اوس سی بی مرضی مین تیری
لگی کهنی که ای شاه جوان بخت
گئی تهی جسکی پیچهی بادشاهی
بهت کچهه مغز مین تیری سمائی
هوئی وه موجب بربادی شهر
هوا معلوم تو نا آشنا هی
رهی اکر یهی ویرانی کی اندر
تو دیکهه اب حال کیا اپنا کرو نگی

بیان باربد کی گانیکا اور خسرو کی وجد مین آنیکا

تو فرمایا که لاؤ باربد کو
منگایا اپنا ساز بربط و چنگ
تو سوتی راگ حاضر هاته باندهی
دلونکو کهینچتا پرده مین هر بار
هو ابلبل صفت مطرب نواز
لگی سر شک سی ناهید وه سننی
تو سب بیخود تهی ایسا رنگ چهایا
گئی غارت دلونکی هوش یکسر
دل عشاق کو تلوار کی سان
هوئی هر اک په اوسکو سرفرازی
رها نا نیمروز اوسکا وه گانا
که ملتی اوسکو ملبوسی قبا تهی

غلام و رخادمان جو تهی تمثیل
وه موسیقی مین تها اوستاد کامل
عجب قانون کا تها پوربی ساز
ملایا اوسنی جب ساز طرب کو
درست آتی تهی ایسی اوسکی هر تال
یه دهی حق نی اوسی آوازصافی
مزه دیتی تهی ملتانی کی نکہت
لگا گانی وه جب جنگلی کی دهن کو
وه موسیقی مین تها ایسا هنرور
بجایا اوسنی ایسا ساز دلکش
شه خسرو کا سنکر یه هوا حال
شهنشه اوسپه هر دم واه کرتا

خسرو کی مریم سی درخواست اجازت بجمال شیرین

گیا خلوت سرا مین پیش مریم
که میرا دل هی جسکی غم مین پامال
غم شیرین سی میرا تلخ هی کام
چهٹوا زندان غم سی اوسکو لاؤ
اطاعت سی تو پهیر لگی کبهی سر
تو البته سمجهه تقصیر میری
پسند آیا تجهی میرا غم سخت
وه جسپر هی تیری پاس آگئی
بلا سر پر میری تو نی بلائی
هوئی مین باعث آبادی شهر
که در پرده اوسیکا آشنا هی
بلا کا دور هی رهنا هی بهتر
که اس صلح می سی مین کچهه کهامرونگی

کها ایجان جان خواهش دل
مری فرقت مین آواره هوئی هی
مصیبت عشق کی ایسی سهی هی
یهان آنکلی تو مثل پرستار
مری خاطر جو کچهه هو تجهکو منظور
یه سنکر اوسنی کهینچی سرد اک آه
تجهی شیرین اگر جلوا دکها رهی
نه باز آیا تو پهر آوارگی سی
جو مین بیرخ آئی هاته تیری
ولی سمجهی تو نی قدر میری
خبر شادی کی تیری اب وه سنکر
کیا تو چاهتا هی مجهکو برباد
عجایب نسل عیسائی تهی مریم

جو بیٹها روز چارم بر سر تخت
بجا لائی وه حکم شه بتعجیل
نه تها اوس بیس مین اوسکا مقابل
نهایت سوهنی تهی اوسکی آواز
خیال لحن داؤدی تها اوسکو
که زهره ڈهونڈهتی پهرتی تهی هر تال
که دل لینی کو تهی بی ساز کافی
که اوسکی ساته ملتانی تهی سنگت
هرن جنگل سی آئی مست هوهو
شکم اوسکا تها گویا راگ ساگر
که درباری هوئی سب اوس سی نخوش
دیا مطرب کو بی پایان و مال
خیال دلربا مین آه کرتا
یهی تهی رسم شاه پاک گوهر
سدا هو دور تجهسی کاهش دل
بهت مجبور و بیچاره هوئی هی
که اک قصر بلا مین آرهی هی
رهی گی هر گهڑی تیری وه غمخوار
تو کر صحبت سی اپنی اوسکو مسرور
برا هوتا هی آخر سنو تیا ڈاه
ولی مجهکو بلا اهل سی بتر هی
بناتا بات هی بیچارگی سی
خلش کهتا هی یون تو ساتهه
که هو نهین جان و دل سی دو تیری
پشیمان هو گی خود آئی یهان پهر
مجهی بهی ایسی حیلی هین بهت یاد
هوئی صاحب سی اپنی سخت برهم

شہ خسرو کی سنکر اوڑ گئی ہوش
ہوئی وہ عقل و خوب سب فراموش

ہوا بس خوف سی اوسکی ہراسان
مبادا یہ کری ایسا ہی سامان

کہا تو ہی تو اک آرام جان ہی
عبث مجھ سی میں سجان بدگمان ہی

دکھایا ملتی یہ طرز آفت
بپا کی تو نی میری سر پہ آفت

کیا شہ نی خوشامد کر کی راضی
ہوا اور بیخ اوسکی دل سی ماضی

بظاہر وصل مریم سی تھا خرسند
مگر رہتا تھا ہر دم غم میں پابند

ولی ہمراہ وہ شاپور ہنرور
قریب شاہ پوشیدہ پہنچکر

خبر شیرین کی پہونچاتا تھا اوسکو
کبھی شیرین سی کہتا حال خسرو

ملکہ شیرین یاکرتی تھی حیران
کہ کیونکر چین میں خسرو کی ہی جان

کبھی کہتی تھی مجھ پر وہ فدا ہی
کہوں کیونکر کہ آشنا بیوفا ہی

یہ دو باتیں مگر حائل ہیں ہر دم
خیال سلطنت اور خوف مریم

غرض یون عاشق و معشوق تنہا
رہی پیغام پر چندی شکیبا

ہوا فرقت سی اک دن شاہ مجبور
لگا کہنی کہ ای غمخوار شاپور

شیرین پاس جانا شاپور کا بطلب اور اوسکا غصہ ہونا

تو پوشیدہ پیام لا دلربا کو
نہان جا کہہ کہ جبین اوس لقا کو

کوئی جانی نہ حال اوسکا تو بہتر
کہ وہ حاسد نہوں یکجا تو بہتر

کسیکا بھی نہیں ہرگز مجھی غم
ولی ہی دل میں میری خوف مریم

نہیں ممکن کہ وہاں تک جاؤں اب میں
کہ مخبر راہ میں اوسکی بہت ہیں

خبر اس راز کی مریم جو پائے
تو کیا جانی بلا کیا سر پہ لائے

جو خسرو نی بہت بیچارگی کی
تو پھر شاپور نی غمخوارگی کی

وہاں سی قصر سنگین میں وہ آیا
ادب سی پیش شیرین سر جھکایا

لگا کہنی عبث ہی اب یہ غم سخت
دکھاتی راہ میں اب دولت و بخت

دل خسرو تری غم میں ہی خستہ
مگر مریم سی ہی وہ دل شکستہ

کری گر ترک شہ مریم کی صحبت
تو ہو پیمان قیصر سی خجالت

اسی سی شہ نی بھیجا ہی مجھی یہاں
کہ پہونچاؤں میں پوشیدہ تجھی وہاں

وہ رکھیگا تجھی یوں سے پنہان
بدن میں جیسی پوشیدہ رہی جان

ہوئی آشفتہ وہ سنکی یہ حال
پریشان کر دیئی رخسار پر بال

لگی کہنی کہ ای شاپور بس کر
نکہا بیہودہ گوئی سی مرا سر

کیا آوارہ مجھکو سروری سے
نہ باز آیا مگر حیلہ گری سے

دکھائی شکل ایسی بیوفا کی
نہیں ہی شرم جسکو کچھ خدا کی

نہ کچھ دل میں محبت کا اثر ہی
جو میری درد سی یوں بیخبر ہی

دوا اب درد کی میری نہیں ہی
علاج اپنی کئی کا بھی کچھ نہیں ہی

رہی مریم سا یہ عہد وہی
کنیزانہ کروں میں خاکبوسی

رہی نزدیک وہ مریم کی بس میں
مجھی قیدی بنا تی کہ قفس میں

مجھی سمجھا ہی ایسا بد حقیقت
رہوں جاکر جو میں جو پر فضیحت

شبستان ہی جو اوسکی خلد تمثیر
ولیکن مجھکو دوزخ سی ہی بدتر

ہوئی شاپور پر اتنی جو وہ گرم
تو آئی دل میں اوسکی بہت شرم

نہایت پاس کی تھی وہ دلدار
کہ اوسکا تھا وہی اک ہانیہ غمخوار

لگی آہستہ کہنی ای ہنرور
مری جانب سے کہنا اوس جفا گر

کہ ای سلطان ملک بیوفائی
وفا کی خوب شرط آشنائی

ہوئیں وہ صحبتیں یکسر فراموش
جو صابر ہو کی یوں بیٹھا ہی خاموش

ہوا مغرور تو مارا جو بہرام
مگر کیا عذر میں کرلوں کہ شہ رام

بلای عشق میں پر مبتلا ہوں
جو یوں قیدی ہی زندان بلا ہوں

کہا جو کچھ کہ تو نی سب بجا ہی
یہ اپنی ہی کئی کی سب سزا ہی

جو ای ساقی کوئی ساغر پلائے
طبیعت رنگ تازہ پھر دکھائے

یہان سی داستان کی تازہ بنیاد ہی بیان عشق شیرین و فرہاد ہی

یہ حسن و عشق کیا ہیں جو کہائے
نیا ہر رنگ سی گل ہیں کھلائے

بہلی جنگی کو دیوانہ بنائیں
ہر اک جا فتنہ خفتہ جگائیں

وہ شیرین تھی جہاں میں ایسی دلبر
نہ اپنا حسن میں کہتی تھی ہمسر

رہی قصر بلا میں سخت دلگیر
نکھاتی تھی غذا کوئی بجز شیر

عجب تا قصر میں اتنی وسکا تنگی
موافق تھی غذا کوئی نہ وہاں کی

موافق شیر گرچہ بیشتر تھا
مگر ملتی نہ اوسکی دردسر تھا

کہ جنگل سنگ خشنہ سرہ کا وہان تھا
ثمر سر ایک ہر جانستان تھا

اسی سی گلہ بان تھا سخت مجبور
وہ رکھتا گلہ گاوان بہت دور

بہت شیرین رہا کرتی ہراسان
کہ یہہ شکل ہو کس صورت سی آسان

ہوئی جب شیرین عاجز شکر لب
مشیر اوسنی کیا شاپور کو تب

کہ ای مرد جہاندیدہ وفادار
کر اب تجویز کچھ تو چارہ کار

سنا جسدم کہ شیرین سے یہ احوال
لگا شاپور کہنی اوس سے فی الحال

کہ میان اک مرد دہقان علم اوسکا فنون
کہ تھی کاٹنی مین ہی وہ استاد

جو کھودی پتھرون پر نقش رنگین
تو سنگستان کو کردی غیرت چین

بلاد چین مین ہین اور فرہاد
ہوئی جا کر کی شاگرد ایک استاد

کیا استاد نی قسمت جو تیشہ
قلم مجھکو دیا اور اوسکو تیشہ

اوسی سی ہوگا مقصد کا سر انجام
نہ بی استاد کوئی رست ہو کام

جو تیشہ اوس پہ پیدا حکم پاوین
تھا اوس مرد دانا کا لگاون

سنا شیرین نی یہہ احوال جسدم
گئی سہول اپنی ولیسی شیر کا کام

سحر فرہاد کو شاپور لایا
میان قصر سنگین لا بٹھایا

وہ فرہاد اک ہنرور پہلوان تھا
قوی بازو تھا اور رستم توان تھا

سجا آداب سلطانی وہ لایا
پرستارون نی عزت سی بٹھایا

سر کرسی وہ بیٹھا کوہ پیکر
بسوئی چرخ کہتا تھا نظر کر

کہ دیکھا چاہیی اب تیری بازی
اگری پردیسی کیا نیرنگ سازی

کری حق مین سی کیا اوسکو پیدا
نہین معلوم کیا پنہان ہو پیدا

فلک نی بھی کیا وسیاہی گرد
کیا پردیسی فتنہ ایک بیدار

غرض شیرین بہت ہوشیار وخرد
ہوئی شکر شکن کرکی شکر خند

حلاوت نی اگلا تھا نازنین کا
مزہ آواز مین تھا انگبین کا

بت شیرین کی تھی آواز کیا ایک
دل عاشق کو تھی مٹھی چھری ایک

بشر کیا سنکی طائر اوسکی آواز
نہ سکتی تھی بیہوشی سی پرواز

لگی کہنی کہ ای ہشیار عاقل
سنایا یہی کہ تو ہی مرد کامل

مجھی درپیش ہی اک مشکل سخت
اگر آسان ہو تجھسی تو نہی سخت

مرا ہی گلہ گاوان بہت دور
کہ مردم شیر لانی سی ہین مجبور

تو دانائی سی کر تدبیر ایسی
مناسب ہو تیری نزدیک جیسی

کرین چوپان جو اوسکا شیر دوشی
کرو مین شوق سی یہان شیر نوشی

سنی فرہاد نی آواز شیرین
کھلا یہ کچھ نہ دل پر راز شیرین

اوٹھی پھر ولیسی اک آہ شرربار
ہوا عشق صنم سی خستہ و زار

جو اوس بت سنگدل سی لگ گیا دل
تو شیشی کی طرح ٹکڑی ہوا دل

بنا حیرت سی وہ غمناک پتھر
سمجھتا بات وہ کیا خاک پتھر

جواب اوس بات کا اوسکو نہ آیا
کہ اوسنی آپکو ایسا سنبھالا

پھر آیا صحبت دلجو سی باہر
مگر دل اوسکا تھا قابو سی باہر

کہا سب سی زر وہی خاکساری
تا دمجھکو کیفیت یہ ساری

جو فرمایش سی تم کرو وہ خبردار
دکھا دورین وہ کرشمہ کر کی طیار

تو سب نی خواہش شیرین سنائی
ہوا خوش پائی گویا کچھ مٹھائی

کیا آغاز اوسنی جاکی وہ کار
ہوا تھا جو کہ اوسکو حکم دلدار

غرض گلہ سی تا کاخ پرویز
بنائی کوہ پر اک جوئی دلجو

جڑی پتھر برابر اوسکی اوپر
نہ پہونچی خار و خس تا اوسکی اندر

درون کاخ اوسنی کر کی حوض
بنایا سنگ مرمر سی نیا حوض

کہ تا ہو مجتمع شیر اوسمین آکر
پئی اوسمین شکر لب شیر جاکر

یہ قدرت ہی خدا کی آدمی کو
فرشتون سی نہو اس سی جو کچھ ہو

جو یہہ فرہاد نی صنعت دکھائی
تو سبکی دلمین اک حیرت سی چھائی

شیرین کا جوی شیر دیکھنی کو آنا اور فرہاد کو بلانا

کہا شیرین سی لوگون نی یہ جاکر
کہ کی طیار نہر اوسنی بناکر

بنائی اسطرح کی نہر جو شیر
کہ آئی حوض مین خود شیر بہکر

یہ دکھلاتی ہی خارستان مین صنعت
کہ دوزخ کو بنایا رشک جنت

وہ سنگ چرخ رو غلطان کی مانند
جہان وہ جوی شیر اوسنی بنائی

یہ اپنی دلمین سمجھی وہ پریزاد
نہین ہرگز یہ کار آدمیزاد

دل شیرین ہوا اس عشرت آگین
بہت فرہاد پر کی اوسنی تحسین

اوسی نزدیک اپنی پھر بلایا
سر کرسی زر اوسکو بٹھایا

کہا ایسی کمائی تو نی صنعت
نہین ممکن ہی مجھسی اوسکی اجرت

غرض فرہاد سی اوسنی یہ کہکر
نکالی کان سی پھر چند گوہر

ہر اک موتی چمک مین تھا یگانہ
خراج ہفت کشور ایک فی الفور

لگی فرہاد کو دینی وہ دو لب — کہا پہر یون بہت لشاد ہو کر — کہ ہوگا جب موافق وقت میرا — سہین ہونگی یہہ احسان تیرا
جو دیکہی اوسنی گوہر ہای تابان — ہوا فرہاد شیرین کا ثنا خوان — وہ گوہر لیکی پہر دست صنم سی — لگائی اوسنی اپنی چشم نم سی
دیئی پہینک اوسکی پہر پانو نکی بیچ — اور اٹہا اور راہ صحرا کی وہان سی — بہلا کب اوسکو تہی پروای گوہر — کہ تہی دو رکان گوہر دیدہ تر
دکہائی عشق جسکو اپنا رنگ

فرہاد کی دشت گردی و صحرا نوردی

تو پہر اون سکو نکیان گوہر و سنگ
چلا فرہاد وہانسی خستہ و زار — ہوا دل عشق شیرین مین گرفتار — رہا نہ نظر بس کار دلدار — نہ رکہا کار سی اپنی سرو کار
جگہہ تہی خانۂ دلمین جو اوسکی — نہ گنجایش رہی ہرگز کسیکی — جرا تا آنکہہ تہا مردم ہر دم — کیا کرتا تہا شغل آہ و ماتم
بحال خستہ و عریان سراپا — پہرا کرتا تہا صحرا مین وہ شیدا — ہر اکدم خندۂ شیرین کو کر یاد — بہت روتا تہا اور کرتا تہا فریاد
سحاب چشم کی بارش کا تہا زور — پڑا پالو سی اوسکی دشت مین شور — تصور تیغ ابرو کا تہا ہر دم — اسی باعث سی جو اوسکی تہی چشم
کبہی کرتا تہا یاد چشم جانان — ہر اک آہو کی پیچہی تہا شتابان — جو یاد آتی اوسی مژگان دلبر — تو گر پڑتا تہا گویا تیر کہا کر
نہ بیچارہ کو تہا کہانی سی کچہہ کام — کہ تہا کہانی سی محکم اوسکو آرام — نہ خواہش آب کی رکہتا وہ بیتاب — کہ تہا یاد لب شیرین سی سیراب
مذاق عشق مین جہوٹی مزی سب — لب و دندان کی غم مین چباتا تہا — جو آتی کاخ شیرین سی کبہی گرد — تو کرتا سرمہ چشمان پر درد
عبادت یاد شیرین کو سمجہتا — وہ کعبہ کاخ سنگین کو سمجہتا — دو وش سی تہا نہ اکدم اوسکو آرام — یہی تہا شغل اوسکو صبح و شام
ہوا فرہاد پر سودا کا یہہ زور

خسرو کا دیوانگی فرہاد سی خبر پانا اوسکا منی بلانا

کہ اوسکی گرم بازاری کا تہا شعر
ہر اک کو حال یہہ روز بیان تہا — جہان مین حال اوسکا داستان تہا — سنی یہہ داستان خسرو نی جسدم — دو بالا دلمین شیرین کا ہوا غم
رہا کرتا اوسی فرہاد کا خار — کہٹکتا تہا وہ اوسکی دلپہ ہر بار — یہ اندیشہ تہا ہر دم شہ کی دلپر — کہ چہوٹی کوہکن کا عشق کیونکر
ہوا درکار اوسکو چارۂ کار — ندیمون سی کہا حال دل زار — کہ تدبیر ایسی بیدل کی بتاؤ — تصور اس سی شیرین کا چہوڑاؤ
سراپا شگفتہ وہ بی سر و پا — جو مارا جاوی تو ہی سخت بیجا — کہا سبنی کہ ای شاہ جہاندار — ترا اقبال دائم ہو مددگار
نہ پہیر ظلم سی ہی لائق صید — کرین زنجیر زر مین ہم اوسی قید — کوئی دنیا مین ایسا ہی بشر بہی — سہین دلسی جو وہ خواہان زر ہی
اگرچہ زر سی بہی ہوگا نہ وہ رام — بتائین سخت تر ایسا کوئی کام — فراغت ہو نہ جس سی زندگی بہر — اوٹہا لی کوہ غم دلپر وہ جی بہر
سنا جسدم کہ شہ نی اس سخن کو — یہ فرمایا کہ لاؤ کوہکن کو — تو لائی لوگ اوس وحشی کو جا کر — تماشائی ہوئی سب خلق آکر
نہ ہرگز آپ سی اوسکو خبر تہی — نکچہہ پروای جان فکر سر تہی — نہ داب خسروی لایا بجا کچہہ — نہ اوسکا ہوش ہرگز تہا بجا کچہہ
بحکم شہ ہوئی یہہ بارش زر — لگی انبار زر تہی اوسکی تا سر — نہ اوسنی سیم اور زر پر نظر کی — اوسی قیمت تہی یکسان خاک و زر کی
نہ دیکہا زر کا خواہان کوہکن کو — تو کہولا شاہ نی درج دہن کو — دکہایا شہ نی جو گوہر سخن کا — تو پایا اوس سی ہی جوہر سخن کا
کہا خسرو نی رہتا تو کہان ہی

خسرو و فرہاد کی بحث و تکرار سی عجب مزیکی گفتار ہی

کہا ملک محبت مین مکان ہی
کہا وہان لوگ کیا کرتی ہین پیشہ — کہا جان بیچکر غم کی خریدار — کہا جان بیچنا اک جاہلی ہی — کہا یہہ عاشقون کا عاقلی ہی
کہا عاشق ہوا تو کیسی صادق — کہا دل کیا ہی یہان ... عشق سی — کہا ہی مہر شیرین دلمین کیونکر — کہا شیرین ہی جان سی عزیز تر
کہا عاشق رہیگا اوسکا کب تک — کہا قالب مین ہی جب جان ہی تب تک — کہا معشوق وہ رہتا کدہر ہی — کہا ہر جا وہ مثل جلوہ گر ہی

کہا گر اوس سے وصل ہو تو کیا کر
کہا قربان کروں پاؤں پہ سر

کہا شیرین سے باز آ یہی ہے بہتری
کہا یہ تلخ ہے تقریر تیری

کہا شیرین کو کیونکر کوئی پاوے
کہا جب جان شیرین تن سے جاوے

کہا اب دوستی سے کھینچ دامن
کہا مت ہو مرا اے شخص دشمن

کہا مانگے جو تجھ سے تیرا سب رخت
کہا سمجھوں اوسے میں اپنا بخت

کہا یہ عشق تیرا کار ہے خام
کہا پختہ ہوں میرا ہے یہی کام

کہا اس غم میں کسکا ہے تجھے ڈر
کہا بس خطرۂ ہجران دلبر

کہا کیا تیرا کھانا اور پینا
کہا میرا ہے غم کھانے سے جینا

کہا کیا عشق میں تیرے ہے شاکی
کہا جو دم سے صحرا میں ہے خاکی

کہا کیوں صبر سے پایا نہیں ہے
کہا سینے میں میرے دل نہیں ہے

کہا گر عشق میں جان تیری جائے
کہا جینے کی لذت ہاتھ آئے

ہوا شہ اوسکی ان باتوں سے ناچار
رہے آگے نہ ہرگز جای گفتار

رواں پھر یوں کیا تیغ زبانکو
کیا مجروح گویا اوسکی جانکو

کہا سنتا ہوں تو ہے مرد کامل
نہیں ہر ایک کو قدرت یہ حاصل

بہت مشکل ایک مطلب ہے میرا
جو بر لائے تو ہوں ممنون تیرا

کہ حائل راہ میں ہے ایک کوہ
رہا کرتا ہے جس سے دلکو اندوہ

جو اوسکو کاٹ کر رستہ نکالے
تو گویا کوہ غم دلسے اوٹھا لے

دلائے پھر اوسے شیرینکی سوگند
کہ گر اس کام سے تو مجھکو خرسند

کہا فرہاد نے خوش ہو کے اے شاہ
اوکھاڑوں کوہ کو مثل پر کاہ

مگر یہ چاہتا ہوں اوسکی اجرت
کرے شہ ترک پھر شیرین کی الفت

جواب اس سے سنا شہ نے جو جسدم
تو چاہا قتل اوسکا ہو کے برہم

مگر دلسے کہا کیا اسمیں تکرار
بتایا میں کچھ آسان نہیں کار

یہ کاٹیگا کہاں تک سنگ خارا
نہیں ہے یہ تہ میں اسکی ہی یارا

بظاہر شاہ ہو کر شاد و مسرور
لگا کہنے کہ ہے یہ شرط منظور

ہوا جب عہد و پیمان شہ سے حاصل
اوٹھا فرہاد رخصت لیکی خوشدل

بتایا شہ نے کوہ بیستون نام
کہ کر آغاز وہاں جا کر کے یہ کام

چلا محفل سے خسرو کی وہ بیدل
لگی امید دلکو تھی یہ حاصل

فرہاد کی کوہکنی اور خارا شکنی

جو دیکھا کوہ اک پیش نظر تھا
بتونکی دل سے بھی وہ سخت تر تھا

غرض تیشے سے اپنے اول کار
تراشی کوہ سے اک وسیع دیوار

منقش کر کے وہ دیوار سنگین
بنائی اوسپہ پھر تصویر شیرین

کہ جسکو دیکھکر مانی و ارژنگ
ہوئے حیرت سے یکسر صورت سنگ

ہوا فارغ جو اوس صنعتگری سے
ہوا خارا شکن تیشے کو پھر لے

سبک تر کاٹتا تھا وہ گران سنگ
کہ اکدن صاف کرتا چار فرسنگ

نہایت عشق کا شعلہ جو تھا گرم
تو پتھر موم کیصورت ہوئی نرم

جو تھا وہ تیشہ زن دست ہنر سے
نکلتی آگ پتھر کی جگر سے

وہ کار سخت اوسکو سہل تر تھا
کہ نام یار نقش کالحجر تھا

نہ لیتا صبح سے تا شام آرام
اسی محنت سے تھا ہر دم اوسے کام

جو وقت شام کچھ فرصت وہ پاتا
تو پھر پیش بت دلدار آتا

فدا ہو کر کے کرتا اوسکا پابوس
بجاتا تھا دل پر غم کا ناقوس

یہ کہتا رحم کر اے سنگدل آ
خدا کیواسطے اے بت ترسا

تعشق میں ترے اے بت گئی جان
ہوئی زنار زیب دوش ایمان

ترا اے شمع پروانہ ہے دل
شرار غم سے آتشخانہ ہے دل

غرض کی نہایت آہ و زاری
دکھا کر بت کو دل کی بیقراری

پھر آخر وہاں سے باصد رنج و اندوہ
پہنچتا جذبۂ دل سے سر کوہ

بسوئے قصر شیرین پھر نظر کر
یہ کہتا تھا وہ بیدل ہو کے مضطر

کہ اے غارتگر اسباب آرام
نہیں مجھسا کوئی دنیا میں ناکام

مکان دلمیں تو جیسے مکین ہے
صبوری کو جگہہ ملتی نہیں ہے

تری الفت میں ایسا بخت ویران
نصیب دل ہوا آزار ہجران

تپ فرقت میں ہے یاد جہانتاب
یہ دل ماہی صفت تپتا ہے بیتاب

مریض ہجر کی جلدی خبر لے
دوا عاشق کی کرنا ہے تو کر لے

کرے ہے بت کچھ اب پھر ناز و غرور
کہ تیرے عشق میں میرا ہے کیا طور

تجھے ہے ہر گھڑی آرام شادی
مجھے ہر دم ہے یاس و نامرادی

تجھے واں شیر پی ہر دم میسر
میں یہاں پیتا ہوں خون دل سراسر

اگرچہ کوہ غم دلپر اوٹھایا
بجز کاہش نہ کچھ پلہ تھا ادرایا
نہین گر رحم ہی تیغ ستم سی
چہوڑا دی سر کو میری درد و غم سی

ہوا ہی دشمن جان میرا خسرو
ستایا ہی جو کہ سخت مجھکو
ملی راحت نہین ایسی محبت سی
بغیر از مرگ کب ملتی ہی فرصت

فقط جان تن مین تیری منتظر ہی
مدد گر نہ مرگ تو نزدیک تر ہی
نہین کچھہ غم جو نکلی جان مغموم
نہو دیدار سی پر تیری محروم

اسیصورت سے وہ آہ و نالہ کرتی
پہر آتا پیش بت ہانسی او تر کر
سر اپنا بت کی پہر پاون پہ رکھکر
بسر کرتا فغان غم سی شب بہر

جو اوس بیدل کی سنتی آہ و زاری
فغان کرتی تدرو کوہساری
ہوا فرہاد کا افسانہ مشہور
کہ ہی مسکین غم شیرین مین رنجور

تو اوسکی دیکھنی کو لوگ جاتے
زبان پر یہہ سخن جس دم تسی لاتے
ندیکہا کوئی ایسا عاشق زار
ندیکہا سخت ایسا کوئی کار

پلا دی ساقیا اب کوئی ساغر

شیرین کا کوہ پر جانا اور فرہاد کو ساغر شیر پلانا

کہ جس سی مست ہو جائی مرا سر

دکھائی جوشش دل نی تاثیر
ہوا مستغرق عاشق کا خبرگیر
نہین عاشق کا جذبہ بی اثر ہی
گہلاتا سنگ کو سوز جگر ہی

وہ شیرین ایکدن بیٹھی تھی شادان
کہڑی تہی آگی غلامان و کنیزان
غرض وہ سد ہم کسینی پیش شیرین
بیان کی محنت فرہاد مسکین

کہ تیری عشق مین کاہید تن ہی
تجسس مین تہی وہ کوہکن کی
کہا شیرین نے مین بہی چاہتی ہون
کہ اوس مسکین کا جا کر حال دیکھون

کہ کہینکا کاٹتا ہی وہ گران سنگ
نہ کار سخت سی تا ہی دلتنگ
یہ کہکر وہ بت غیرت دہ ماہ
چلی اوس کوہ کی جانب بصد جاہ

نہتا اوسدن جو گلگون اسکا ہموار
ہوئی وہ اور بہی گہوڑی پہ اسوار
رخ روشن سے کوہ رشک خاور
بنایا مطلع خورشید انور

ہوا ایہہ عکس لعل لب درخشان
کہ سنگستان ہوا سارا بدخشان
خیال لعل شیرین مین وہ مسکین
اوٹھاتا پارہ ہای کوہ سنگین

نہ تنہا تیشہ آہن کا تھا وار
بہ از تیشہ تہی آہ برق کردار
فغان کا بسکہ پیدا تہا شرارہ
جگر پتہر کا ہوتا پارہ پارہ

خبر جب مقدم جانان کی پائی
تو گویا کان گوہر ہاتھ آئی
رخ پر نور جانان جبکہ دیکھا
تو سمجہا کوہ سی خورشید نکلا

ہوا ایسا دیکھتی ہی خود فراموش
رہا مطلق نہ جان و تن کا کچھہ ہوش
شکر لب نی منگایا ساغر شیر
لگی کہنی کہ اے فرہاد دلگیر

تپ غم سی عبث اتنا ہی بیہوش
یہہ ساغر ہاتھ سی لیکر اب نوش
پیا ہاتھو سی شیرین کی جو ساغر
ہوا فرہاد کو وہ آب کوثر

نہ ہوتا پر حلاوت کسطرح کام
کہ شیرین نی پلایا شیر کا جام
جو ہو دست صنم سی زہر بہی پیش
تو ہو عاشق کو دارو بی ال نیش

ہوئی پہر قصر کو شیرین روانہ
وہ عاشق تہا جلو مین جا کی مانہ
ہوا در ماندہ پر شیرین کا رہوار
رہی مطلق نہ اوسکو تاب رفتار

وہ راہ سخت کوہستان جو کی طرح
گران اندام تھا اسپ پری
یہہ سمجھا دلمین وہ فرہاد مضطر
کہ گہوڑا ماندگی سی ہی بہ بستر

مبادا ایہانپہ یہہ محبوب چالاک
گری اسپ و دبا سی سر خاک
لیا توسن کو گردن پر اوٹھا کر
رہی شیرین بہی قائم پشت زین پر

ہوا یون کاخ کی جانب شتابان
کہ پیچھی رہگیا خیل غلامان
غرض لیکر کو پہونچا کر وہ فی الحال
پہر آیا کوہ پر آشفتہ احوال

ملی دیدار جانان سی جو راحت
سمجہا رائگان اپنی وہ محنت
رہا مشغول محنت صبح اور شام
وہی تیشہ تہا اور اوسکا وہی کام

اودہر وہ شاہ خسرو بہی ہر اکدم

خسرو کیطرف سی وہ پیام ہی جس سے فرہاد کا کام تمام ہوا

اوٹھاتا تہا فرقت شیرین سے تہا غم

مقرر شہ کی تہی صد جا خبر دار
او نہین تہی جستجو ہی حال دلدار
ملس گر بنہیتی شیرین کی تن پر
خبر فی الفور کہتی شہ سی جا کر

گئی آتی جو شیرین بیستون پر
خبر دی شہ کو ہر کار ون نی آکر
کہ شاہا ہی جو فرہاد دلفگار
نصیب اوسکی ہوا شیرین کا دیدار

یہہ خبر دو دست کہتا ہی وہ بیدل
کہ پتہر کو بنایا اوسنی ہی گل
ہوئی ہی یہہ آب تیشہ کی روانی
کہ زہرہ سنگ کا جس سی ہی پانی

جو کی محنت کشی یوں اوسنی یکتا
نکالا کیا میاں کوہ سی راہ
ہوا خسرو نہایت سنکی مضطر
ہوئی فکر ادای شرط دلبر

لگا پھر سوچنی وہ چارہ کار
تو کی سب نے یہ شہ سی ملکی گفتار
عبث اس غمسی شہ آتا ہی دلگیر
بتاتی ہم ہیں اوسکی سہل تدبیر

کہ بھیجی ایک قاصد شہ وہاں پر
سنائی مرگ شیرین جیسکو جاکر
دگرگوں سنکی حال اپنا کریگا
خدا جانی جئیگا یا مریگا

پسند شہ ہوئی اوسکی گفتار
کہا لاؤ کوئی پیک جفا کار
تریشہ ڈھونڈھ کر کوئی نکالا
کیا یہ تلخ کام اوسکی حوالا

کیا امیدوار تمکنت و جاہ
کیا راہیں بتا کر اوسکو گمراہ
کسیکی غمسی کب وہ تنگدل تھا
کہ تھر سی زیادہ سنگدل تھا

حقیقت میں وہ اک پیک اجل تھا
کہ حامل تھا پیام جانگسل کا
سوی فرہاد آیا سنگدل مرد
کہا اک آہ دل سی کھینچکر سرد

کہ ای فرہاد وہ اوپلا صد افسوس
رہا اب قصد دلسی تو مایوس
عبث محنت میں کھوتا اپنی جان ہی
کہ محنت تیری سب ہی رائگان ہی

اوٹھایا جسکی پیچھی کوہ غم کو
وہ شیرین اب جہاں سی راہی عدم کو
ہر اک اوس غمسی صد پارہ جگر ہی
سبب کیا ہی نہیں تجھکو خبر ہی

سنا جسدم کہ شیرین کر گئی فوت
گوارا اوسنی کی ہی تلخی موت
سراسیمہ ہوا مانند بسمل
وہ سمجھا راست یہ پیغام باطل

ہوئی وہ آتش غم دل میں سوزان
جلایا جسنی یکسر خرمن جان
لگایا تیشہ سر پر باد دل چاک
گرا کوہ الم سی بر سر خاک

وہ سمجھا مرگ کی مشکل ہی آسان
کہ تھی پیش نظر تصویر جانان
قفس کو تن کی یکسر کر کی ویران
اوڑا عنقا کی صورت طائر جان

زمانی کا عجب دیکھا نیا ڈھنگ
کہ ماری جو دل عاشق پہ یوں سنگ
اجل آتی ہی جسدم سر پہ غافل
نہیں رہتا تمیز راست و باطل

رہا قائم نہ فرہاد قوی دست
ہوا وہ گردش دوران سی یوں پست
جو ٹکر ہی ٹکر ہی کرتا تھا جبل کو
وہ خود آیا تلی سنگ اجل کی

مرگ فرہاد میں شیرین کا ماتم اور دفن کرنا بصد غم

جو جان پروانہ ساں جلی ہنسی ناکام
تو عشق شمع پروانہ کیا نام

ہوئی آگاہ جس ساعت جانان
کہ وہ بھی الفت میں جن ہار دی جان
بہت کر یاد غمخواری احسان
ہوئی وہ برقوش جوں ابر گریان

ہوئی بہر اشک خون نین کی روانی
سمنگوں ہوئی غم سی رخ تھی ارغوانی
یہ کہتی تھی وہ حسرت سی دلارام
کہ دنیا سی گیا فرہاد ناکام

نکیوں بت دار حم کرتی اپنی جی سی
کہ اوسکی غم میں تھی تاک پسیجی
کہی بیتاب ہو کر خود وہ دلدار
سر بالین فرہاد دلفگار

کفن دیکر بصد اعزاز تمامی
کیا دفن اوسکو بارسم گرامی
سر بالین جو تھی وہ رشک گلشن
ہوا رشک گلستاں اوسکا مدفن

بنایا اوس بہشتی روکی گنبد
ہوا اک رشک جنت اوسکا مرقد
لگایا اوسمین یکسر سنگ مرمر
جڑی اوس پر برابر لعل و گوہر

زیارت لوگ کرتی تھی وہانکی
کہ تھی تربت وہ اک بی خانمانکی
پھری آخر کو شیرین ہای غمناک
نشاں کچھ بھی نہ دنیا سی بجز خاک

ہوا اس حال سی خسرو ہراسان
ہوا کردار سی اپنی پشیمان
یہ کہتا تھا کہ مجھسی ہوا کام
بدی کا نیک ہرگز ہی نہ انجام

طلب کر کی دبیر تیز خامہ
یہ فرمایا رقم کر ایک نامہ
لکھا شیرین کو نامہ اوسنی اسطور
کہ فرمایا تھا شہ نی اوس نہج سطور

نامہ خسرو کی تحریر یہ ہی جسکا مضمون معشوق کا دلگیر ہی

قلم کی چاشنی اوسنی دکھائی
عیاں جس سی ہی کہنائی اوٹھائی

پس از حمد و ثنا ہای الٰہی
لکھا نامی میں یہ مضمون شاہی
کہ ای شیرین بت محبوب دلبند
ترا خسرو بھی ہر دم آرزو مند

تری ہی رخ سی جہانکو روشنائی
ہر اک صحبت سی تجھکو یار پائی
سنا یوں ہی کہ تیر تنگ فلک سی
اوٹھائی تو نی صدمی ہجر غم کی

الم ہی مرگ یار پرہوس کا
نہ کیونکر غم ہو اپنی ہمنفس کا
گل خاطر پہ خار کوہکن ہی
دل نازک پہ بار کوہکن ہی

پریشان زلف کی غم میں سراسر
کھلا تھی چشم نی اشکوں کی گوہر
بنایا باغ دل کاشانہ غم
کیا سرسبز دانہ کو نخل ماتم

یہی ہوتی ہی شرط دوستداری — کری جو دوست پر یوں شکباری
جو پروانی نی یوں دی شمع پر جان — سجا ہی شمع گرا وسپر ہی گریان

پر اتنا ابھی بہت ہے زندگانی — نکر رخسار گلگون زعفرانی
عبث کہتا ہی گل کو اسقدر خار — کہ گل کی ہین بہت بلبل خریدار

نرکہہ مرنی سی اوسکی چاک دامان — کہ ابتو خار غم سی پاک دامان
اگرچہ ہم نہین ایسی ہین دلسوز — تری طالب ہین پردیسی شب و روز

نہین مطلوب دل تیری سنو ہی — کہ درد دل کی میری تو دوا ہی
مگر فرہاد ہی کی دلمین جا ہی — موا پر تو اوسکی مبتلا ہی

تری تیغ جفا سی وہ ہوا ریش — نہین ہرگز علاج کردۂ خویش
رہی گر عمر بہر اس غم مین دلگیر — نہین ملنی کی اوس سے کوئی تدبیر

وفاداری نہین عمر روان سے — پھری کب تیر چھٹ کی کمانسے
نہین کچھہ سود اس سودا مین حاصل — بجز نقصان جان و کاہش دل

جو جنس حسن کا ہی گرم بازار — بہت ہو جاینگی اوسکی خریدار
نہین کچھہ غم لب شیرین سلامت — بہت فرہاد ہین شیرین سلامت

کیا نامہ نویسندی نی طیار — دیا شہ نی بلا اک پیک ہشیار
تو اوسنی خدمت شیرین مین جاکر — دیا نامہ ادب سی سر جھکا کر

وہ نامہ لیکی دست پیک سی وو — پڑہا سر تا بپا شیرین نی خوشنود
لگا یہ تیتی ہی گویا دلپہ بھالا — ولیکن دلکو پہر اوسنی سنبھالا

رہی فکر جواب نامہ و پیچ — کہ مضمون کو سنا ہو وے جس سے خوش

مریم کا مرنا اور خسرو کا اوسکی غم مین ماتم کرنا

نہ بس وزرا ازل سی دور گردون — پھرا کرتا ہی پیوستہ دگرگون
وہ مریم تھی جو اک معشوق خونخوار — ہوئی تقدیر کی خواہش سی بیمار

رہا عاجز شہ خسرو دوا کر — عمل کرتی دوا کب ہی اجل پر
سموم مرگ نی پہر وہ گل پاک — گرایا شاخ ہستی سی سر خاک

بڑا روئی زمین قدر رشک شمشاد — ہوا وہ سرو سرسبز ایسی آزاد
شہ خسرو نی اوسکی حسن کا گنج — چھپایا خاک مین جاکر بصد رنج

بہت کرا وسکا پاس عزت و جاہ — رہا ماتم نشین شہ تا بیک ماہ
ہوا برپا جو تھا دلپر غم سخت — نرکھا پاؤن اوسنی بر سر تخت

رہی نیلی بدن پر ایک پوشاک — رہا ماتم مین اوسکی چشم نمناک
سنا شیرین نی یہہ احوال جسدم — ہوئی سنتی ہی باہم شادی و غم

ہوئی اول غم مریم سی شادان — سبب جسکی تھی پابند ہجران
ولیکن پہر وہ وزر مرگ کر یاد — رہی عبرت سی بس غمگین و ناشاد

بپاس خاطر شہ تا بیک ماہ — کیا عیش و طرب سی دست کوتاہ
یہ سوچی دلمین پہرہ غیرت ماہ — کہ لکھون اب جواب نامۂ شاہ

لکھا اوسنی جواب نامہ یکسر — کہ تھا تلخی مین فلفل سی فزونتر

نامۂ شیرین کا مضمون ہی جس سے اشتیاق شہ افزون ہو

لکھا بعد ثنا و حمد غفار — کہ ای خسرو شہنشاہ جہاندار
تری سایۂ سی عالم کو ہی آرام — نہین جس سی ہو نہ ملتا کوئی ناکام

پر اک شیرین جو ہی ناکام و مہجور — رہا کرتی ہی قرب شاہ سی دور
بجا لاتی ہی رسم خادمانہ — کہ ہی خواہان لطف خسروانہ

سنا جسدم سی ہی مریم کا احوال — مرا دل ہو گیا ہی غمسی پامال
بجا اوس بت کا غم شہ کی ہی دلپر — کہ رکھتا تھا اوسی جانسی فزونتر

مگر لازم نہین رہنا ہی پر غم — کہ شہ کی غم سی اک عالم ہی برہم
کیا ایزد نی عالم جبسی پیدا — کبھی باہم غم و شادی ہویدا

جہان گل ہی وہان پر خار بہی ہی — جہان صحبت وہان آزار بہی ہی
ولیکن انتظام ایسا کیا ہی — تحمل فرات انسان کو دیا ہی

ہوئی دنیا مین پیدا جو خرمند — رہی کب شادی و غمکی وہ پابند
یہ بہتر ہی نکر اب نالہ و آہ — کہ آخر پیش ہی سبکو یہی راہ

جو مہجوری کا غم دلسی بہولایا — عوض مین اوسکی سہندہ مہ و اٹہایا
یہی دست حرص شہ ہوگا کشادہ — ملیگا کوئی مریم سے زیادہ

نہین شہ دیکہ شہ گرچہ کوئی نیک — مگر افضل کیا ہی ایک پر ایک
گلو نی کب ہی باغ دہر خالی — یہان ہر گل مین اک خوبی نرالی

جو قائم ہی ترا حسن جوانی — تو پہر حاصل ہی عیش و کامرانی
رہی تو ای شہ عادل سلامت — بہت دلبر ہین گر ہی دل سلامت

دیا قاصد نے نامہ شہ کو جا کر ‏ پڑھا خسرو نے شوق دلسے یکسر
ہوا طرز سخن سے اوسکی حیران ‏ کہا دل سے نہایت ہو پشیمان
سجایا ہے اوسنے جو داد سخن دی ‏ کہ تڑکی کا جواب آخر ہے تڑکی
ہوئی مطبوع شہ شیرین کی تحریر ‏ لگا پھر وصل کی کرنے وہ تدبیر
لکھا نامہ بعجز و خاکساری ‏ روانہ کی پھر اک زرین عماری
بہت کی پھر نیاز و چاپلوسی ‏ کہ یہان آنے باآئین عروسی
ولیکن وہ بت محبوب طناز ‏ رہی وہ سرکشان شہ سے بصد ناز
اگرچہ شہ پہ وہ عاشق بجان تھی ‏ تلون سے وہ شہ کی بدگمان تھی
لگی پھر سرکشی کرنے وہ دلبر ‏ شکایت کی دینی دیکھو ملال و دفتر
کہا خسرو نے دلمین ہو کے مجبور ‏ کہ اپنی حسن پر مین بہی ہون مغرور
کرون ایسی کسی دلبر کو بیخواب ‏ کہ جسکی رشک سے شیرین ہو بیتاب

بیان عدالت خسرو نامور کا اور عشق شکر نام دلبر کا

شہ خسرو جوان تھا اک طرحدار ‏ متاع نو کا تھا ہر دم خریدار
اگرچہ مائل عیش و طرب تھا ‏ عدالت سے مگر غافل وہ کب تھا
وہ کہتا پانچ صف مردم کی آگے ‏ رہی جور و ستم سب اوس سے بھاگے
صف اول مین ہوتی تھی تونگر ‏ دوم صف مین تہی سب محتاج و پیر
سوم صف مین کھڑی ہوتی تھی بیمار ‏ چہارم صف مین مجرم تھی گرفتار
صف پنجم مین خونی پا بزنجیر ‏ عقب تھا اونکی خط عفو تقصیر
نقیب آواز پھر دیتا تھا اس طور ‏ کہ پیچھے پھر کی سب ایسے کرین غور
جو مفلس چشم منعم مین گزرتے ‏ تو حال اپنے پہ منعم شکر کرتے
جو مفلس دیکھتے تھی حال بیمار ‏ تو صحت پا کر تی شکر بسیار
مریض اون قیدیونکی دیکھہ حالت ‏ سمجھتے اپنی آزادی غنیمت
قصاص خون بیان قیدی سمجھکر ‏ بہت کچھ شکر کرتی زندگی پر
وہ خونی دیکھہ خط عفو تقصیر ‏ سپاس شکر کی کرتی تھی تدبیر
غرض کرتا تھا یون خسرو عدالت ‏ کسیکو تھا نہ رنج و ملالت
رہین نادار اور محتاج شاکر ‏ رہی ہر حال مین ہر ایک صابر
غرض اک روز وہ شاہ جوان بخت ‏ ہوا تھا جلوہ آرائے سریر تخت
ہوئے حاضر وہان حکام دیوان ‏ کہ تھی سب حاکم رعیت سپاہان
سپہدار ختن سالار چین تھے ‏ شہ خسرو کی سب فرمان گزین تھے
ہوا اوس بزم مین جب دور ساقی ‏ رہا اوس جا تکلف کچھہ نہ باقی
ہوا خسرو یہ کیفیت سے دو بالا ‏ حیا نے پاؤن پر دیسے نکالا
یہ پوچھا سب سے پھر با صد نکوئی ‏ بتاو گر کہین دلبر ہو کوئے
کوئی بولا کہ خوبی روم مین ہے ‏ لطافت ہائے مرز و بوم مین ہے
کوئی چین و ختن سے تھا خبردار ‏ لگا کہنے کہ وہان ہے حسن بسیار
کوئی کہنے لگا ہو کر یہ دلشاد ‏ کہ شاہا حسن بے اندازہ مین ہے آباد
کوئی کہنے لگا قصائے کشمیر ‏ عجائب حسن کی رکھتا ہے تاثیر
غرض اک شخص پیش شاہ خسرو ‏ ہوا اسطور شہ سے داستان گو
شکر نام ایک دلبر غیرت ماہ ‏ سپاہان مین ہے شہ کی حسب دلخواہ
وہ ایسی اک بت شیرین ادا ہے ‏ کہ خواہان جسکی سب خلق خدا ہے
رطب لب ہے سخندان سب سے تر ہی ‏ حلاوت مین وہ ہے تنگ شکر ہی
یہی اک عیب کہتے ہین وہ دلبر ‏ کرے جو چاہے اوسکے گھر نشستر
طبیعت ہے تجدی اوسکی عیاش ‏ برنگ بوی گل ہے ہی وہ فاش
متعجب کیا باین شیرین ادائی ‏ کہ ہو بازار کی شکر مٹھائی
کیا وہ شربت لب جسنے نوش ‏ رہا مانند میخوار ان بیہوش
ہوا شکر کا شہ کی دلمین یہ شور ‏ کہ ہر دم عشق کی گرمی کا تھا زور
کہا گر دوستی شکر سے ہو گرم ‏ تو بیشک کچھہ تو ہو شیرین کو بہی غم
یقین ہے ورنہ پھر اوسکی گرمی ‏ نہ ہے آہن کی ہو آہن گری
کئی اندیشہا ہے وصل شکر ‏ کہ کس صورت سے یہ ہو شکر میسر
بظاہر وہان کا جانا ہے معیوب ‏ یہان بلواؤن تو یہ بہی ہے خوب
رہا صابر اسی اندیشہ مین سال ‏ کسیسے بہی نچاہا کچھہ یہ احوال
جہان مین یہ مثل مشہور ہی ‏ نہین وہ عیب جسمین کچھہ ہنر ہی
ہوا پھر حسب کا کر کی بہانہ ‏ سپاہان کیطرف خسرو روانہ
ہوئی مہمان جا کے جسمی شہر کی استاد ‏ ہوا لشکر فروش خرم و شاد
پئے جسدم کہ شہ نے مے کی ساغر ‏ ہوا ذوق شکر قند مکرر

ہوا اتنے مین پہر ہنگامہ شب
لیا ساتھ اک غلام شکر لب

ہلایا حلقہ جو در جا کی خاموش
تو نکلا اک غلام حلقہ در گوش

وہ خسرو کو بسان میہمانان
گیا لیکر درون کاخ جانان

کہا آئے شکر با صد محبت
کہ پہلی چاہیے مہمان کو شربت

نگہ تہی مست اوسکی آنکھین تہین خراب
لئے ہاتہون مین اک جام مئے ناب

لگی شہ کو پلانے وہ پیاپے
بصد ناز و کرشمہ ساغر مے

پڑہی جب خواہش دل بی کم و کاست
تو کی آگی سے آخر شمع برخاست

پرستار اک حسین اوسکی تہی دمساز
شکر ہار کہا تہا اپنا اوسکو ہمراز

کنیزک پیش خسرو با صد انداز
ہوئی گرم ادا و عشوہ و ناز

سمند شوق شہ کرتا جو سستی
تو شو و سنگ جاتا تہا بچستی

نہ دکھلایا شہ نے نیشکر کا
کہ سوہی ذایقہ خرمای تر کا

بیان کی داستان شاہ آفاق
کہ ہے جنتی کی فن مین جو بن طاق

ہوا پہر مختلط شکر سے وہ شاہ
نہ ہر گز اوسکی فن سے تہا وہ آگاہ

تجہے معلوم ہے طرز جوانان
کوئی آیا ہے مجہسا اور مہمان

بہت حاصل ہے تجہکو نیکخوئی
جمال و خوبروئی حسب گوئی

کہا شہ نے کہ کیا تدبیر اسکی
لگی کہنے دوا ہے شیر اسکی

ہوئی کچہہ حق کی ایسے کارسازے
سمن بو ہو گئی بوی پیازے

ہوئی وہ مختلط پہر حسب دستور
پلا کر مے کیا خسرو کو مسرور

کہا خسرو نے او حق سے ابھی پیر و
نہ رکہہ پوشیدہ سچ بتلا مجہے تو

لگی کہنے کہ مجہسا اک جوان تہا
بہت خوش شعر و مگر گندہ دہان تہا

کہا شہ نے عبث تو عیب بین ہے
ہر اک خرمن کی آخر خوشہ چین ہے

لگی کہنے کہ کیا ہے عیب میرا
نہین مطبوع خاطر ہے جو تیرا

کسی سے پر نکچہہ مہر و وفا ہے
برنگ چرخ ہر دم کج ادا ہے

تجہے دیتی ہو نہین حق کی گواہی
نہین عصمت مین میری کچہہ تباہی

پرستارین ہی ہین شوخ و دلبر
یہی خدمت مین سبکی ہین مقرر

اوٹہا یہہ بات سنکر شاہ ذیشان
بلائے سب بزرگان سپاہان

ابھی تک تنگ مین شکر سے مستور
ندیکہا اوسنے اب تک نیش زنبور

گئی اک پاس سے کچہہ شب فزون تر
تو جا پہنچا سوی بازار شکر

جوان دیکہا حسین اک اوسنے پیکر
فروزان رخ برنگ ماہ انور

بٹہایا شاہ کو مسند کی اوپر
دیا پہر شاہ نے اک کیسہ زر

غرض وہ بت ہوئی پردے سے باہر
کہ نکلی ابر سے جون ماہ انور

دیا شہ کو وہ ساغر ہو کی خندان
دہن خندہ سے تہا گویا نمکدان

ہوا جب شاہ کیف مے سے مسرور
ہوا بوس و کنار آخر کو منظور

کیا شکر نے پر حیلہ ضروری
اوٹہی اور شاہ سے کی اوسنے دوری

پہنائی اپنی سب پوشاک زیور
کہا اب کام میرا کر تو جا کر

وہ خسرو حسن خوبی مین تہا معروف
ہوا القصہ کار دل مین مصروف

کنیزک فرط لذت سے تہی مدہوش
ہوا وہ عیش اسکو بہتر از نوش

اوٹہی ہنسی ہوئی جب صبح پرنور
گئی پیش شکر لذت سے مسرور

وہ شکر سے بصد نکہت ادائی
وہ اک جام صبوحی لیکی آئی

لگا پوچہنی وہ شاہ خوشخو
کہ بتلا سچ یہہ مجہسا اے پریرو

لگی کہنی کہ تو بیشک ہے دانا
کہ ہے شاہانہ سب کردار و گفتا

ولی صد حیف ہے گندہ دہن تو
عوض خوشبو کی ہے تجہہ مین بدبو

وہی پہر جا کی خسرو نے تدبیر
[illegible]

پہر اک شب وہ ہوا شکر کا خواہان
ہوا اوس لعبت چینی کا مہمان

لگی دونو مین ہونے ناز و انداز
ہوا شغل کنار و بوس آغاز

یہہ پیشہ جیسی تونی ہے سہایا
جوان مجہسا کوئی دلچسپ پایا

فضیلت اوس سے رکہتا ہے اک یہہ
دہن ہے تیرا مثل غنچہ خوشبو

تو سب کا دیکہتی عیب و ہنر ہے
نہ اپنی عیب کی لیکن خبر ہے

کہا شہ نے یہی اک بد ہے کردار
کہ ہر شب اک سلاتی ہے نیا یار

لگی کہنی گمان فاسد ہے تیرا
تجہے معلوم کیا احوال میرا

نہین باغ جوانی میرا پامال
ہوا اگلے سے مضمون ہی یا حال

ولیکن ہیچ کی اول ہے ہم آغوش
شراب ناز سے کرتی ہون مدہوش

ہوا احوال شکر کا جب پرسان
کہا سب نے کہ ہے وہ پاکدامان

یہ شکر جانی اک حیرتی شہہ پر
کہ جیتی نہیں سمجھی کس طور شکر

بلایا شہ نے اوسکو ہوش گفتہ
کیا نا سفتہ گوہر اوسکا سفتہ
غرض لیکر کی شہ شکر کو ہمراہ
مدائن کو گیا پھر قصہ کوتاہ

اگرچہ شہ ہا شکر سے باہم
بخواہش پر ہوئی شیرین کے پُرغم
شکر کو یہہ نہ بات آئی گوارا
لگا گھلنے بدن جسر سستی سارا

جو شہ تھا عاشق شیرین دلبر
شکر نے اور گرمی کی فزونتر
یہ کہتا تھا وہ اپنے دل سے ہر بار
نہین شیرین تو پھر شکر ہے بیکار

عبث مین اسقدر ہو کر خردمند
مگس وار اب ہوا شکر کا پابند
تسلی بخش مجھکو کب شکر ہے
مریض عشق کو شکر ضرر ہے

کبھی کہتا تھا یون ہیچ کر پشیمان
کہ ہونین دہر مین سر ارشاہان
تعجب ہے کہ خسرو نام رکھکر
رہون مین جا دم شیرین و شکر

یہ بہتر ہے رہون چندے شکیبا
کہ رسوائی نہین شاہونکو زیبا
عبث ان دلبرونکی دلکو ہے چاہ
نہ بھولی سے وفا کی جو چلین راہ

بیان شب تار ہے جسمین شیرین کا دل بیقرار ہے

غرض اسطور سے دیکر دلکو تسکین
وہ رہتا تھا کبھی خوش گاہ غمگین

ہوئی اک دن ایسی شب نمایاں
رخ عالم پہ تھا ظلمت کا سامان
سیاہی مین بسان بخت برہم
درازی مین برنگ زلف پرخم

بڑھایا اوسنے یہہ تاریک دامن
کہ پوشیدہ تھی جسمین صبح روشن
وہ سرمہ سے کہ آنکھوں مین لگایا
کہ بینا کو ہی نابینا بنایا

وہ شب پر ہول اک دیو سیہ تھی
پر پرواز اوس سے خایف صبحگہ تھی
صدای سرزنی برگ اشجار
جگر ہیبت سے شق کرتی تھی ہر بار

ہوای تند سے بس شب تار
چراغونکی لبی تھی اک سیہ بار
پر اوس ظلمت مین شیرین کا رخ پُرنور
بجای شمع یکسر تھا منور

نگینی یون سیہ مین تھی وہ روشن
منور جسطرح کالی کا ہو من
کبھی تھی لعل کینٹھی مین وہ لرزان
مگر اک آہ کی مشعل تھی سوزان

غرض شیرین نے جب دیکھا یہ سامان
ہوئی تنہائی سے اوسدم ہراسان
یہ کہتی تھی نہایت عجز کی نالان
ہوا کیون چرخ میرا دشمن جان

یہ شب ہے یا بلای ناگہان ہے
رخ روز طرب جس سے نہان ہے
یہ شب کہتی ہے کیا اسکی ہے تاثیر
خبر دین صبح کی جو ہے گلوگیر

عجب اندھیر صرصر نے کیا ہے
چراغ روز کو گل کر دیا ہے
ہوا جاتا ہے دل اس شب سے پامال
کہ اسکی اک گھڑی ہے جیسے اک سال

یہ بہتر ہے جو جان تن سے بدر ہو
خدا اس رات کی جلدی سحر ہو
عجب شیرین کے تھی اس غم کی حالت
بجی آخر سحر ہونے کی نوبت

شیرین کی زاری اور مناجات بدرگاہ باری

دیا حق نے یہ تحفہ صبحدم کو
کہ ہوتا ہے زوال اسوقت غمکو

کلید مخزن مقصود ہے صبح
کہ وقت طاعت معبود ہے صبح
جو بیمارونکی شب گذری ہے ناکام
سحر کیوقت وہ پاتی ہین آرام

کیا کرتی ہین اوسدم مرغ و ماہی
صفای قلب سے یاد الٰہی
خدا سے سکھ جو ہی دل لگائی
یہ کیا ممکن مراد اپنی نپائی

بت شیرین بھی یا وقت پاکر
ثنا ہای خدا لائی زبان پر
کیا گردن کو سجدہ مین پرخم
دعا کرنے لگی با چشم پرنم

کہ ای حاجت روای مستمندان
عطا کر مجھکو درد دلکا درمان
نہین تیرے سوا اپنی کوئی غمخوار
تو ہی ہے اک گنہ بخش گنہگار

تری در پر جو آئی کوئی مغموم
نہین پھرتا تری رحمت سے محروم
تو ہی بندونکا اپنی دادرس ہے
سوا تیرے کہان فریادرس ہے

کرون کیا عرض مطلب آشکارا
عیان ہے حال میرا تجھپہ سارا
اگرچہ رنج و محنت سے ہون دلریش
تری رحمت کے ہی ہے بیش

شب غمکی مری یارب سحر کر
نہ کچھ میری گناہون پر نظر کر
رہی گریان جو یون شیرین غمناک
ہوا آخر کو لطف ایزد پاک

جانا خسرو کا بعزم شکار جانب قصر دلدار

اثر بخشا یہ شیرین کی دعا کو
کیا اوسکا گدا پھر بادشاہ کو

پلا ساقی کوئی صہبای مرغوب
کہ دلکو پھر ہوا ہے میل محبوب
بحکم حق او ہی شب کی سحر کو
اوٹھا شادان و فرحان شاہ خسرو

کیا دلمین جو اوسدم میل نخچیر
ہوا تیار وہ شاہ جہانگیر
جلو مین اوسکی وہ خیل حشم تھا
جو انبوہ ملخ سے کچھ نہ کم تھا

کنیزون نی سنا جب حکم مسطور
کیا طیار ساماں جا کی فی الفور

غرض نقل و شراب ارغوانی
مرتب کر کی سارا میہمانی

پری رو بادہ و چنگ و چغانہ
گئی شیرین کی خدمت مین شتابانہ

ہوا پھر مثل آتش جو دلکو
نہائی آب گل مین وہ سمن بو

وہ گیسو تھی جو سنبل ساں پریشاں
بنی شانہ سی مثل مار پیچاں

ملا گلگونہ اوسنی رخ کی اوپر
گل تر کو ملا اک رنگ دیگر

وہ زیور یون فروزاں تھا بدن پر
سپہر حسن پر گویا تھی اختر

وہ پشواز زری اوسکی بدن پر
کبھی تو چاندنی چھٹکی سمن پر

خود ہی مین رسم جب پابوس ادا کی
وہ بت ہاتھون مین ہاتھ اپنا ملائے

سر کاخ اس شہ پہنچی دلارام
ہوئی جلوہ کناں جا کر لب بام

سر شہ پہ لٹائی گوہر ناب
بجا لائی رسوم عجز و آداب

سوال خسرو کا بلجاجت متضمن شکر و شکایت

اوٹھا کر آنکھ دیکھا جبکہ شہ نے
تو کی تسلیم جھک کر شکر مہ نے

ہوا جب شہ دوچار اوس سیمبر سے
کہا خورشید نکلا ہی کدھر سے

شراب الفت دلسی وہ بیدل
رہا مدہوش جان تن سی غافل

جو ہوش آیا تو پھر کر شکرباری
دعائیں دین دکھا کر خاکساری

کہ اے تازہ بہار گلشن حسن
رہی رنگین ترا پیراہن حسن

رہی سرسبز تیرا سرو آزاد
بہار حسن دائم خانہ آباد

نہین آزردہ تو مجھ خستہ جان سے
ادا ہو شکر تیرا کس زبان سے

مرا غنچہ صفت جو تنگ تھا دل
نسیم خلق سی تیری گیا کھل

یہی لازم تھی شرط دلنوازی
جو کی عاشق کی تونی چارہ سازی

زر و گوہر بپاس جاہ عاشق
کبھی صرف نثار راہ عاشق

حریر و اطلس و زربفت و دیبا
کیا امید نہین یکسر فرش دیبا

ولی اک بات سی ہون سخت دلگیر
ہوئی ظاہر خلاف جاہ و توقیر

مین آیا ہو کی اتنا آرزومند
مگر صد حیف در تونی کیا بند

اگرچہ کی کچھ خدمت مین تقصیر
ولی اس از کی جواب ہی تقصیر

کہ تو ہی مہر بام برترین پر
مجھی ذرہ صفت چھوڑا زمین پر

جو مجھکو تونی ہی مہمان بنایا
تو کیون اس طرح نظرون سی گرایا

نہین گرچہ مجھی غم وہی شاہی
ولی حرمت ہی یہ اداہی

یہ کب ہی لایق رسم کریمان
کہ برتر آپ بیٹھین پست مہمان

ہنسی سنکے وہ محبوب طناز
دیا پاسخ دکھا کر ناز و انداز

جواب محبوب طناز بصد کرشمہ و ناز

کہ اے شاہ نکو سیرت خجستہ بخت
مقرر تیری پاؤن سی رہی تخت

ہوئی جلوہ کنان گر مین لب بام
تو زیبا ہی کہ مہرو مین ہی نام

ہوا خورشید نیلوفر کا دلبر
کہ وہ ہی آسمان پر یہہ زمین پر

جو فرمایا یہ تونی ای خداوند
کہ کیون بیوجہ دروازہ کیا بند

سبب یہہ تھا کہ سلطان ہی بہر ناز
نہین مہمان مگر جو بندہ آز

یہ سب سامان مہمانی ہی موجود
سوا اسکی ہوس کرنا ہی بی سود

بھلا ہو کسطرح قربت کا سامان
کہ تو ہی مست اور مین پاکدامان

جو اس موقع مین حاصل ہو وہی قربت
تو بیشک خلق کو ہی جا ہی تہمت

یہ تھا شایان رسم خسروانہ
کہ دستور کوئی کرتا روانہ

ادا کرتا وہ پیغام عروسی
تو کرتی مین بھی شہ کی پابوسی

خیال غیر کا کر دلسی اخراج
بناتا شاہ مجھکو فرق کا تاج

ولی برعکس سوچی تونی یہہ گھات
کہ زور جبر سی آئی گر بات

تو مثل گل کوئی دم خرم و شاد
اوٹھا کر اوسکی بو پھر کر دی برباد

مجھی ہی پاس رسم بادشاہان
مروج یہان نہین رسم سپاہان

تجھی میٹھی ہی اک شکر کی غیبت
نہ پائی قند شیرین کی حلاوت

مین شیرین ہون وہ شکر تری یار
اوسی شکر کی شیرین جان گفتار

مناسب کیا ہی مجھ سی یہہ ظرافت
کہ ہون مین قیدی زندان آفت

ملی ہی مرغ و ماہی کو بھی آرام
مگر مین بحر غم مین ہون فناکام

کہ ہون بحر بلا مین غرق ذرات
نہ آیا ساحل مقصد کبھی ہات

اگرچہ غرق دریای بلا ہون
ولیکن ایک در بی بہا ہون

جو بحر عشق مین غوطی لگائے
در ناسفتہ اوسکی ہاتھ آئے

وہ عاشق ہی نہ جو محو آرام
نہ کبھی کچھ قرار و صبر سی کام

سحر فرو شکوه بادشائی
بتا سچ تو نی کیا محنت اٹھائی

کیا ہی سر ہن کب عشق مین چالاک
اڑائی کب ہی راه عشق مین خاک

ته دلسی کیا ہی کب مجھی یاد
مری ناشاد دلکو کب کیا شاد

تعشق مین کیا اپنا ہی نام
لیا شاپور اور فرہاد سی کام

سنا شه نی یه جسدم مه لقا سی
دیا پاسخ لب مہر و وفا سی

سوال شاه سرفراز بکمال سوز و گداز

کہ ای مہر سپہر خوبروئی
جہانکی ختم ہی تجھپر نکوئی

اگرچہ ہی عتاب دلبران ہم
نہین عاشق کو شیرین سی کچھ کم

ہوئی سنکر جان سی ای ماه پارا
بلندی تیری اب مجھکو گوارا

نہین صورت کوئی ای ماه تابان
کہ ہون بالی کہ صورت گرد دربان

خدا نی سرو کو دی ہی بلندی
اوسی کب قصر بخشی ارجمندی

کیا تو نی نثار زر جو مجھپر
عوض اسکا بہلا ہو مجھسی کیونکر

بلندی مجھکو کچھ ہوتی جو تجھپر
تو کرتا مین نثار شکر نکی گوہر

اگرچہ پادشاہی مین ہون مشغول
گدائی پر تیری در کی ہی مقبول

ہوا ہون تیرا بنده بندگی کوش
کیا الفت کو تیری حلقه گوش

ہوا ہون بنده گیسوی دلبند
نہ آزادی کا مطلق آرزومند

زبانی مین سنی سرداروں کا سردار
نہین لیکن سزائی کا سزاوار

کہان تیرا اسیر ہی یہ بادل
کہ ہی تیری سوا مائل کہین دل

مگر شوخی سی تو نی ای پریرو
جو رکہی یاد میری دلسی یکسو

غم ہجران مین جاتا ہی مجبور
کرون دلکو کسی دلبر سی مسرور

مگر یہ دل جو تیرا مبتلا ہی
ہر اک دلبر مری دلکو برا ہی

مری انکہون مین اک تو جلوه گر ہی
نہ ہرگز دوسرا اندر نظر ہی

خدا کیواسطی اب ای پریرو
نہ ہو عاشق پہ اسصورت جفاجو

اگر ہی سر بسر تقصیر میری
پہ اب نادم ہون کر تدبیر میری

نہ ره سکتا ہون مین ہم بہر شکیبا
نہ تنہائی ہی تجھسی اب گوارا

مری قالب مین جسدم تک کہ جان ہی
توہی دلبر ہی گو نا مہربان ہی

شرار غم سی کہاتا ہی جگر تاب
زلال وصل سی کر اب تو سیراب

جواب معشوق دلدار بطرز شوخی و انکار

جو دیکھا بت نی شه کا سوز اور ساز
کیا پہر یہ سخن شوخی سی آغاز

ابہی سر تن سی ہی تنہا کہ ہی شور
عبث مجھپر تری سودا کا ہی زور

ہوا بحر غرور دل مین تو غرق
غرور و عشق مین کچھ سونکا ہی فرق

ابہی سر تن سی ہی شور جاه
کہ راه عاشقی مین چاه ہی چاه

تو آیا تہا ہوا صحرا کی کہانی
عبث آیا ہی میرا جی جلانی

دکہاتا ہی جو مجھکو دام تزویر
نہین وحشی جو مین ہو جاؤن نخچیر

رہی مین نار زیر پرده جہان مین
ہوای گرم سی ہر دم نہائین

گلونکا ہر گہڑی بچہتا تہا بستر
مین اب رکہتی ہون لاکہون خار زیر سر

رہا پاؤن کی نیچی فرش دیبا
ہوا اب فرش میرا سنگ خارا

خورش مین اب جہان حلوا تر ہی
بجای شیر خوناب جگر ہی

تری دلمین نہین الفت جو میری
یہ تہی تقدیر کیا تقصیر تیری

جو ہوتی عقل کچھ بہی مجھکو ہیہات
اوٹہاتی رنج مین کیون اتنا دن رات

ابہی تک شہر مین ہین جتنی شہزادی
ہوس شیرین کی رکہتی ہین یکسر

ابہی ہی چشم مین میری وه جادو
کہ ہین دیوانی جسکی ترک و ہندو

بلائین لطف مین کیا نہان ہین
کہ کالی جنگلی آگی تیر جان بین

ابہی تازه ہی باغ نوجوانی
لبون مین ہی زلال زندگانی

عیان ہین تیغ ابرو کی نہ جوہر
کہ کردی کتنی سزاوارونکو بی سر

مناسب ہی جو خائف دل ہو تیرا
کہ اک عاشق کشی شیوه ہی میرا

عبث تجھسی ہی اب دل کا لگانا
دل نازک پہ بار غم اوٹہانا

وه سب تھی بی سر و پا تیری الفت
ہوا ناموس کا بچنا غنیمت

جو تو شکر سی سو جانسی فدا ہی
تو شیرین کا بہی حافظ خدا ہی

اوٹہی سہکی تلخی سی دل آرام
کہ اپنی راه لی یہان تیرا کیا کام

چڑہائی جسگہڑی ابروی خمدار
تو سمجھا شه علم کی آئی تلوار

پری نی ایسی کچھ ترچھی نگہ کی
سنی اک بات بہی سیدہی نہ شہ کی

چلی پل کہا کی جب وہانسی چنچل
پڑی خسرو کی لیکر سکڑون بل

قسم جان حزین کی پہر لائی
دل نالان کی بیتابی دکہائی

اگرچہ حال سر دیسی زبون تہا
غنیمت تہا وسکو ہی سوز درون تہا

عجب تہی بیخودی اوس مہ لقا کی حالت
نہ رہنی کی نہ چل سکنی کی طاقت

غرض باصد ہزاران نالہ و آہ
بہت مشکل سی پہنچا تا بخرگاہ

رہا آنکہو سی اوس شب خواب بہی دور
مگر غمخوارگی کرتا تہا شاپور

لگا شاپور سی کہنی وہ بیدل
کہ سارا حلق تہا شیرین باطل

بیان اوسکی کرون کیا کج ادائی
کہ کیا کیا اوسنی کی بی اعتنائی

بیان اوس سی کیا آزار ہجران
بتایا زہر اوسنی جای درمان

دکہاتا تہا مین اپنی زخم دل کی
چہڑکتی تہی نمک مرہم کی بدلی

اگرچہ ہیں تن پر دل ہی آہن
بظاہر دوست باطن مین ہی دشمن

عبث عشاق کو ہی کاہش جان
نہو وی جبکہ اونپر مہربان

کیا حق نی مجہی شاہونکا سردار
اوسی دل دون جو ہو لکی سزاوار

اب ایسی دلربا سی دل لگاون
حسد سی جسکی شیرین کو جلاون

کہا شاپور نی سن ای جوان بخت
دل نازک پہ مت کہہ یون سخن سخت

عبث اس غمسی تو آشفتہ جان ہی
کہ شیرین تجہپہ دل سی مہربان ہی

سنو شیرین کی تلخی سی تو رنجور
کہ شیرینی مین گرمی ہی یہی مشہور

کوئی صدمی جو یون اپنی اوٹہائی
وہ اتنا بہی زبان پر کیا نہ لائی

ثمر لائیگا نخل کامگاری
گر آب صبر سی ہو آبیاری

شکستہ دل نہو جور و جفا سی
سنو فارغ خیال دلربا سی

غرض شاپور ان باتون سی ہر دم
گھٹاتا خاطر خسرو سی تہا غم

خسرو کیطرف شیرین کی روانگی بہ فور دیوانگی

پلا ساقی کوئی ساغر شتابی
کہ آیا اب ہی وقت کامیابی

ہوئی آخر ہین ایام ہجران
ہوا عیش و طرب کا ساز و سامان

سبہی ہی شائع دنیا سراسر
کہ بعد از رنج شادی ہی میسر

عجب عشق پر فنون کا ہی نیرنگ
کہ جس سی عاقلونکی عقل ہی دنگ

دل عاشق کو کیا کیا کچھہ دکہائی
کبہی معشوق کی دلکو ستائی

جدا شیرین کی نظرون سی ہوا شاہ
اوٹھی آخر کو وہ اپنی کہینچکر آہ

وہ ظاہر مین تو شہ پر خشمگین تہی
بباطن عاشق اوسکی نازنین تہی

ہوا آخر وہ غصہ آفت جان
بہائی اشک مثل آب باران

ہوئی یون سوز درد غم سی بیتاب
کہ جون ہو آگ پر بیتاب سیماب

خجالت سی وہ کہتی تہی کہ ہیہات
نکی الفت کی شہ سی ایک بہی بات

یہ محنت اسطرح جسکی اوٹہائی
اوسی یون راہ مایوسی بتائی

محبت نی جو دلپر جوش مارا
نپایا صبر نی آخر کو یارا

اوسیدم ہوکی گلگون پر جلو ریز
چلی وہ بت سوی درگاہ پرویز

کنیزون مین فقط اک پاس ہمراہ
ندیمو نمین خیال صورت شاہ

شب تاریک تہی گیسو کی ہمرنگ
اوس اندہیالی مین گہوڑا تہا دلتنگ

کیا ایسی بہت کچھہ جب تگاپو
تو پہونچی تا بلشکر وہ پری رو

جو گرم خواب تہی سب چاکر در
پہنسی تہی دام سرائی مین یکسر

کسیکو کچھہ نہین اپنی خبر تہی
نکچھہ پروا ہی مال و فکر زر تہی

مگر بیدار تہا اوسدم وہ شاپور
کہ طبع شاہ کو کرتا تہا مسرور

وہ کہ خسرو کو اوسدم مائل خواب
برون خیمہ آیا طالب آب

یہ دیکہا اوسنی اک جانب لشکر
کہڑا ہی اک سوار حور پیکر

قریب اوسکی گیا وہ پہر خرامان
یہ آہستہ سی پوچہا ہوکی حیران

کہ یہان بیگانہ جو تیرا گذر ہی
یہ سچ بتلا پری ہی یا بشر ہی

شہنشاہ جہانکی ہی یہ درگاہ
نہی یہان شیر صحرا آکی روباہ

کہا شاپور نی جب یہہ پری سی
اوتر گہوڑی سی وہ چالاکی ایسی

یہ بولی تو ہی غافل کسقدر ہی
خبرداروں سی اتنا بیخبر ہی

سنی آواز دیکہا غور کرکی
گرا پاونپہ اوس شاخ ثمر کے

لگا کہنی کہ کیا جیمین سمائی
جو تنہا اسطرح تشریف لائی

تعجب ہی یہہ ای ماہ درخشان
شب تیرہ مین کیونکر آئی پنہان

تو پہر شیرین نہایت مہربان ہو
گئی لیکر کی اک گوشہ مین اوسکو

جو گذرا تہا وہ افسانہ سنایا
غرض راز نہفتہ سب جتایا

وہ پہر عذر خواہی شہ کا جانا
ستمگاری و ناز اپنا دکہانا

لگی کہنی پہر آیا شہ جو پابوس
رہی مین بہی یہان پابند ناموس

ہوئی دلکو یکایک بیقراری
تو یون تنہا ادہر کو مین سدہاری

وہ خوشبو تھی جو زلفون کی معنبر
مشام جان ہوا اوس سے معطر

تڑپتا تہا جو درد اونکا پڑا دل
ہم آغوشی ہوئی آخر کو حاصل

کبہی لب تہا لب شکر شکن پر
کبہی تہا دانت اوس سیب ذقن پر

جو شہ نی سیہ متاع حسن پایا
تو بی وسواس ہاتہہ آگی بڑہایا

وہان ہاتہہ آیا خوبی کا خزینہ
صدف کیطرح دربند اوسکا زرینہ

مقفل در تہین دیکہا بند توڑا
کلید فتح سے قفل اوسکا توڑا

بیان اوسدم کا کیا ہو حظ دوانی
قلم کو ہی حیا سی موشگافی

صدف کو تہی جو اک تشنہ دہانی
ہوئی آب گہر سی پہر گرانی

سہ روز و شب وہین باعیش و آرام
برآئی عاشق و معشوق کی کام

ہوئی پہر بزم عشرت بانیہ ترتیب
نرالی سبکی تہی پوشاک و ترتیب

خواصین خاص تہین شیرین کی ہمدم
حسین اونسی زیادہ تہی بہت کم

نکیسا باربد شیرین و شیدیز
ہوئی سب ہمقرین شاہ پرویز

بلا شاپور کو سونپی ہمایون
ہوا گویا موافق اوس سے گردون

وہ ارمن ملک شیرین نی کی یکسر
دیا شاپور کو باخلعت زر

شہ خسرو بعیش و کامرانی
بسر کرنی لگا عہد جوانی

رعیت ہر طرح آباد و خرسند
کسی شی کا نکوئی آرزومند

جو دیکہی آئینہ مین اپنی صورت
بڑہی حیرت ہوئی تازہ کدورت

جو تہی بالونپہ پیری کی نشانی
وبال اوسکو ہوئی عیش جوانی

بیاض غم سواد موی سر ہی
شب عشرت کی بیشک اب سحر ہی

سر اپنا دیکہہ زانوی صنم پر
جہکائی پاؤن پر آنکہونکی ساغر

بہار آگین جو تہی وہ بزم رنگین
بنا گلزار رخ کہا اوسکی گلچین

ثمر پستان کی تازہ بار لائی
بہت مشکل سی بارہی ہاتہہ آئی

کیا جب اسپ خوش گام جولان
تو پائی جادہ سیمین تہ ران

کسیکا ہاتہہ کسدن وہان لگا تہا
گہر کی واسطی درج طلا تہا

لگائی توڑ جوڑ ایسی پہر اوسجا
لب شیرین سی تہا اک شور برپا

مزی تہی اوسگہڑی کیا نرالی
تمامی کام دل باہم نکالی

کبہی باتونسی وہ محظوظ ہوتی
کبہی باہم گلی لگ کر وہ سوتی

چہارم روز فارغ عیش کل سی
نہائی آکی دونو آب گل سی

ہمیلا و سمن برگ و ہمایون
کہ جنکی رخ سی تہی گلگون قد تہی موزون

پہنایا شہ نی اونکو خلعت زر
بہت کچہہ اونکو بخشا گنج و گوہر

خیال خواب پیشینہ کر اوسدم
کیا شکر خداوند دو عالم

ہمیلا دی نکیسا کو خوشی سے
سمن بر بین آئی باربد کی

ملی اوسکو جو ارمن کی حکومت
بنائی ہر طرح کی وہان عمارت

روان رہتا تہا ہر دم دور ساغر
رہا کرتی تہی دو دلدار یکسر

مجازی عشق مین گذری جو مدت
تو آیا دلپہ پہر رنگ حقیقت

کہ دیکہی سبزہ خط پر سپیدی
وہ سمجہا اب ہی دور نا امیدی

لگا کہنی وہ کرکی آہ و نالی
کہ سچ ہی ہر کمالی را زوالی

پہر اودل بیقرار جاہ و چشم سے
اوٹہا کر ہاتہہ بیٹہا فرط غم سی

نہ جی لگتا امور سلطنت مین
خلل آیا نظام مملکت مین

خسرو کو شیرین کی نصیحت بجالانا غمخوار کی وفات

لگی کہنی وہ دلبر شہ سی اک روز
کہ ہون سو جانی مین شہ کی دلسوز

رہا اتنک ترا دور جوانی
رہی بس تجہکو عیش و کامرانی

رہی منظور تجہکو سبکی بہبود
رہی خلق خدا بہی تجہسی خوشنود

مبادا ہو رعیت ظلم دیدہ
غضب ہوتی ہی آہ ستم رسیدہ

مگر یہ ہی خلاف رسم شاہی
کہ جیتی جی ہو عالم کی تباہی

تجہی لازم ہی داناؤن کی صحبت
جو اہل علم ہون اور اہل حکمت

کری گر ون کو شہ سب کا شاہی
تو شب کو پہر رہی یاد الہی

سمجہہ ولیکن تو اے شاہ جوانبخت
رہی قائم ترا یہہ افسر و تخت

کہان کہتی ہین اسباب دوران
میسر تجہکو ہی جو کچہہ کہ سامان

ہوا برخاستہ دل گر کسیکا یک
تو بربادی رعیت کی ہی بیشک

بہت دیکہا ہی اکثر ایسا سامان
کیا اک آہ نی اک ملک ویران

مناسب جلوہ بار عام مین ہی
کہ مشغولی ضرور اس کام مین ہی

رہی منظور تجہکو پاس خاطر
ملی عالم کی تجہسی پاس خاطر

کہا خسرو نی اے دلدار غمخوار
تو ہی میری نکوئی کی طلبگار

بزرگ امید کو شہ نے بلایا — بہت تعظیم سے اوسکو بٹھایا
کہا خدمت میں اوسنے سر جھکا کر — مراہے فخر کر پوچھا بلا کر
ظہور خلق ہے سب اسکے اندر — نہیں معلوم کیا ہے اسکے باہر
خدا کے ہیں عجب کچھ کارخانے — بنایا جسنے ہے اسکو وہ جانے
کہا شہ نے کہ ہیں جو لوگ اس جا — کہا اسنے آئے اور جائینگے کس جا
نہیں ماہر کوئی اس رہگذر سے — کہاں جائینگے اور آئے کدھر سے
کہا شہ نے گئے جو اس جہان سے — نہیں کچھ آگہی ونکی نشانے
لگا کہنے وہ دانائے خردور — کہ سن اے تاجدار پاک گوہر
زبانی کسکی ہوا احوال معلوم — نہ ہو موجود کوئی ہو کے معدوم
ہوئی دنیا میں جس سے نیک کردار — اوسیکو خلد میں ہے عیش سے کام
لگا پھر شاہ کہنے اے خردور — بھلا یہ حال ہے مجھسے بیان کر
کہا اوسنے کہ اے سلطان ذیجاہ — یہ جان پاک نور حق ہے باللہ
ازل کا جسطرح اب کچھ نہیں ہوش — یہانکی یاد بھی ہوگی فراموش
پسر اک بطن مریم سے تھا شہ کا — کہ شیرویہ تھا نام اوس کجکلہ کا
ترشرو چشم ازرق موے میگون — تلون طبع مثل چرخ وارون
علاوہ اسکے تھا شیدائے شیرین — اوسے مدت سے تھا سودائے شیرین
کسیکو خوش نہ آتے اوسکے اوصاف — زبان پر جو کہ آئے وہ کہے صاف
لگا پھر یوں وہ کہنے اے شہنشاہ — جہانکی نیک و بد سے ہے تو آگاہ
اگرچہ ہو پسر سے اپنے عاری — نہیں وہ جب پدر پر اوسکی خواری
ہوا ہے وہ زبس مست جوانی — سمجھے ہر دم ہے ضعف ناتوانی

لگا کہنے کہ اے دانائے دوران — عیان کر مجھپہ اب کچھ راز پنہان
کہا پہلے تو ہے یہ دلکو حیرت — کہ اس نیلی فلک کی کیا ہے صورت
کہا اوس مرد دانا نے کہ شاہا — نہ پائی اسکی باہر کی کہیں راہ
جو کچھ اندر ہے اسکی سو عیان ہے — جو باہر اسکی ہے وہم و گمان ہے
کہا اوسنے کہ ہے یہ سخت مشکل — یہ عقل و وہم سے ہے دور منزل
جو ہر اک نفس کا کوئی مٹائے — پتا بیشک وہ اس منزل کا پائے
کسینے کچھ کہی ونکی نہ حالت — کہ وہان ہے عیش یا رنج و ملامت
نہ زندہ اوس جہان میں جا سکا ہے — نہ مردہ وہانسے اس جا آسکا ہے
مگر ثابت کتاب و دین سے ہے یہ — یہ کچھ حکمت کے آئین سے ہی ہے
اور اس دنیا میں جنکی بد ہیں افعال — اونہیں کا ہوگا دوزخ میں برا حال
کہ جائینگے جو ہستی سے عدم کو — یہانکی یاد بھی آئیگی ہم کو
ازل میں تھی فلک پر جان انسان — یہاں آکر ہوئی قالب میں پنہان
جو دیکھا شاہ نے روے حقیقت — تو مائل دل ہوا سوے حقیقت
زبس متکبر و مغرور و عیار — بہت سرہنگ ہر دم مردم آزار
شبستان شہی اوسسے تھے پر دود — نہ راضی خلق اور نے شاہ خوشنود
بزرگ امید سے کہنے لگا شاہ — ہوا عاجز میں اس فرزند سے آہ
مرے دلکو ہوا ہے آن کا خوف — مجھے بیشک ہے اپنی جانکا خوف
اگر ہے اوس سے نام شاہ نیکا — ولیکن ہے جگر گوشہ وہ شہ کا
رہے گر شاہ اوسکا نیک اندیش — کریگا وہ نہ ہر گز شہ کو دل ریش
مناسب شہ کو فکر عاقبت ہے — کہ اک گوشہ میں حاصل عافیت ہے

پلا ساقی مجھے اب آخری دور — زمانے کا مبدل ہوگیا طور

خسرو کی آتشخانہ میں اوقات گذاری اور شیرویہ کی ستمگاری

ہوا فارغ دل شہ اس جہان سے — تو یاد آئی اوسے عمر رفتہ
لیا کھینچ اوسنے سب ناموس کا — مٹایا اوسنے کھٹکا ہر نفس کا
لگا رہنے وہ نخوت سے مخمور — کیا خسرو کو اپنے اوسنے بھی دور
اوس آتشخانے میں شہ کا شب و روز — بجز اوس بت کے تھا کوئی نہ دلسوز
بہت شیرین کی دلداری وہ کرتا — ہر اک صورت سے غمخواری وہ کرتا
نہ اب دولت کی کچھ ہے مجھکو پروا — میسر سب ہے اگرچہ پر میں تنہا

پرستشگاہ میں بیٹھا وہ جاکے — رہا آتشکدے میں لو لگا کے
جو بیٹھا بادشہ گوشہ میں جاکر — تو شیرویہ نے پایا تخت و افسر
جو تھا شور بد اوسکے سر میں — کیا بند اوسکو اک زنجیر زرین
صنم کو دیکھکر رہتا تھا دلشاد — رہا اوس قید میں غم سے بھی آزاد
کہ ہے یہ چرخ کا پیشہ نیرنگ — کبھی گوہر میسر یوں کبھی سنگ
مسلط شہ کی ہر دم کر کے خندہ — مبدل رنج کرتی تھی بہ عشرت

پیادہ سب ہوئے سر از پریشان
نگہبر و مہد تھی نالان و گریان

کوئی کہتا کہ ای فخر سلاطین
سر افراز سران چین تا چین

یہانتک باربد تھا غم رسیدہ
کہ انگشت اوسنی کی اپنی بریدہ

بزرگ امید کی حالت عجب تھی
نہ امید اوسکو تھی پھر زندگی کی

کھلی سر تھی کنیزان و غلامان
ادہر اوس حلقی میں تھی شیرین پریشان

قریب نعش جوڑا اوسکی بالین
کھینچا مہر تھا اوسکی چشم پر نیز

بنائی کچھ عجب مستانہ انداز
چلی جاتی تھی وہ دلبر بصد ناز

کہ کیا رسم زمانہ ہی کہ شیرین
نہیں کچھ مرگ خسرو سی ہی غمگین

سوی مرقد غرض دم میں لی گر
جنازہ رکھدیا گنبد میں لاکر

لگی کہنی اجازت گرچہ پاؤن
قدم شہ کی میں آنکھوں سی لگاون

کہا سبنے سخن ہی یہہ ضروری
کہ آخر کو ہوئی ہی تجھسی دوری

کشادہ کرکی اوسنی مہد خسرو
جو دیکھا اوسکی بس زخم جگر کو

جھپٹ شاہ کی تن پر تھا چسپا
مدینہ اپنی بھی پھر دشنہ مارا

ہوئی استوار وصل شہ سی دلبر
ہوئی قربت عالم میں ہی میسر

پھر آیا ابر باران سیہ پوش
نمایاں جس سی تھا طوفان کا جوش

پکاری سب کہ شیرین کو ہی تحسین
کہ کیا خوبی سی دی ہی جان شیرین

خدایا رحم کر تو اونکی جان پر
رہی نام اوسکا اس لوح جہان پر

جڑی ہی تربت پہ اونکی لعل و گوہر
مرصع کردیا گنبد کو یکسر

نہیں لازم ہی اس سے دل لگانا
کہ حاصل اسکا بس ہی جان جانا

صدا آتی ہی یہہ پیک اجل کی
نہ رکھو آج تم امید کل کی

کہ پھر یادگار آتا ہی بس ہی

یہ کہتی تھی کہ ای شاہ عجم آہ
کہان ہی اب ترا تاج و علم آہ

کہان تیرا وہ سب جاہ و حشم ہی
کہان بزم طرب و جشن جم ہی

یہ روتا تھا کہ اب خسرو کہان ہی
بجز خسرو کی کون اب قدردان ہی

یہانتک محو بیتابی تھا شاہزاد
خیال عیش دنیا سب کیا دور

وہ لی صورت عروسانہ بنائی
حنا ہاتھوں میں وہ اپنی لگائی

بسائی مشک عنبر اپنی تن پر
کبھی آراستہ زیور بدن پر

یہ حالت دیکھکر اک تھا حیران
بصد حیرت یہ تھی آتشین گویان

ہوئی امید شیرین کی دلکو
کہ شیرین اب یقین ہی مہربان ہو

وہ تو وہ وصف بصف استادہ سب
سنو احوال شیرین کا ذرا اب

کہ اب لکھی ہی میری قسمت ہی
کہ اس بیداد گر پر تو بس ہی

ہوئی گنبد میں داخل وہ جلوریز
لیئی پوشیدہ تھی اک دشنہ تیز

جھٹ پٹ پڑیا اک بوسہ دیدم
کیا آب دہن کو اوسکا مرہم

ہوئی سینہ بسینہ پھر ہم آغوش
زخم شہ پر تھا زخم اور وش پر دوش

چلی پھر ہانپہ باد تند یکبار
ہوئی ہر سمت ہا ہی ہوئی اشجار

خبر پائی یہ سرداروں نی جسدم
لگی کرنی برابر سب ملکی ماتم

جو دیکھا وہ عروس نیک کردار
بہم آتشین ن رسی وہ وفادار

اوٹھاکر مہد دن دونو کو باہم
کیا دفن ایک تربت میں بصد غم

پھری پاس سب وہ سر از غمناک
یقین سمجھی کہ یکسر ہی جہان خاک

اگرچہ مرد دانا یا کہ زن ہو
عبث وہ زندگی لا حرف ان ہو

یہ بہتر ہی کرون ختم بیان میں
سمند کلک کی روکون عنان میں

زیادہ یاوہ گوئی اک ہوس ہی

خاتمہ کتاب اور شکر رب عالیجناب

نہ کیون گوبند پرداز ہو دلشاد
کہ ہی پوچ حقیر دہر پر شاد

بجا لاتا ہون شکر رب غفار
کہ سہل اوسنی کیا یہہ کار دشوار

کہاں طاقت تھی مجھ کمتر زبانکو
کیا جو نظم ایسی داستان کو

ہوا مقصد کا خوبی سی سرانجام
برائی آرزو حاصل ہوا کام

شمار اشعار کا ہی کر لیا جب
ہوئی کل دو ہزار اور سات سو سب

بڑی بہائی تھی سو بہار ام صفی
ہی اوس مخدوم سی تعلیم میری

بجز تائید فضل کبریائی
کسی تھی طاقت عقدہ کشائی

نصیب اپنی تھا کچھ فیض استاد
سخن ایسا کہا دل جس سی ہو شاد

قضا اپنا تخلص جو کیا ہی
اسی سی نام گلزار قضا ہی

ہوا اپنی فضل حق سی شامل
ہوئی احباب کا مقصد ہو حاصل

جو دیکھی ہی قضا مجھکو دعا دی
خدا محنت کا تیری یہہ صلا دی

تمت

بہ نستعین

خاتمۃ الطبع

سبحان اللہ کیا رنگین کلام ہی جسپر شیرین بیانی کا اختتام ہی + شیرین خسرو کا فسانہ دلاویز ہی + معشوق و عاشق کی داستان مہر انگیز ہی + نظم اردو نی اور ہی مزہ دکہایا + کہ علی العموم ہر ایک سے نے لطف اوٹھایا + شاعر غرا صاحب طبع رسا + منشی گوبند پرشاد فضا نے یہہ دلچسپ مثنوی کی قصہ فارسی سے ہندی مین لکھا بہار طبیعت وکہائی گلزار فضا نام رکہا + جب شاہد معنی کی یہہ صورت آرایش ہوئی + منظور نظر حسن ظاہر و باطن کی نمایش ہوئی + کہ جمال جہان آرا سے آنکہون کو نور ہو + ہر حاضر و غائب دیکہکر مسرور ہو + اس لیے مطبع منشی نول کشور مین کہ شہر لکھنؤ مقام اوسکا ہی + راجہ بختاور سنگہ کے مکان واقع رکابگنج مین یہہ نقشہ جما ہی + نقش و نگار طبع سے زینت پائی + آراستہ ہوکر ہر طرف شہرت پائی + غرض کمال رونق سے چہپی + مصنف نے اپنے قلم سے لکھکر تصحیح کی + اسمین تو کلام نہین کہ اہل سخن پسند فرمائین گے + ارباب ذوق مضامین شیرین سے حلاوت اوٹھائین گے + یقین کہ مطبوع خاص و عام ہو + مقبول خاطر انام ہو + واقعی حکایت ہر دل کو عزیز ہی + کہ دو گہڑی جی بہلانے کی چیز ہی + ہرچند اوسکے اوصاف کی انتہا نہین + مگر یہان تطویل زیبا نہین + ہنر مند خود دیکہہ لین گے ہمنے طول نہین دیا + دو چار فقرے لکھکر قصہ مختصر کیا فقط

صحیح نامہ اغلاط

صفحہ	سطر	مصرعہ	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	مصرعہ	غلط	صحیح
٦	٣	٣	شادہ سرو	شاد و سرو	٣١	٢٢	٤	کنی	رکنی
٨	٩	٤	عور	خور	٣٩	٢١	١	عیب مین	عیب بین
١٢	١١	١	باتو نسی ہوش	باتو فسی ہوش	٤٢	٩	٤	دام	دائم
٢٣	١	١	لب بہ رود	لب رود	٤٦	٢٢	٤	بی بیغم	بی غم
٢٧	١٢	١	پیاپی	پیاپی	٥١	١١	٤	پادہی	یادہی
٣٠	١٢	٤	پی پایان	بی پایان	٥٣	٢١	١	کہہرایاد	کہ پھر یاد